

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 22 مارچ 2010ء بہ طابق 505 رینج الثانی 1431ھ بروز سموار بوقت صبح 11 بجھر 30 منٹ پرزیور صدارت جناب پیکر محمد اسلم بھوتانی، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔
جناب پیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَمْنُوا كَمَا أَمَنَ النَّاسُ قَالُوا آتُوْمُنْ كَمَا أَمَنَ السُّفَهَاءُ إِلَّا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ
وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ أَمْنُوا قَالُوا آمَنَّا ۝ وَإِذَا خَلُوا إِلَى شَيْطَانِهِمْ لَا قَالُوا
إِنَّا مَعَكُمْ ۝ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُوْنَ ۝ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمْدُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ۝ حَدَّقَ اللَّهُ الْعَظِيْمُ۔

﴿ پارہ نمبر ۱۳ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۵ ﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہ) کی طرح تم بھی ایمان لا تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لا کیں جیسا یوقوف لائے ہیں، خبردار ہو جاؤ! یقیناً یہی یوقوف ہیں، لیکن جاننے نہیں۔ اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور انہیں ان کی سرکشی اور بہ کاوے میں اور بڑھادیتا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا إِبْلَاغُ۔

جناب پیکر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

نواب محمد اسلم رئیسانی (قائد ایوان): پواسٹ آف آرڈر جناب پیکر!

جناب پیکر: جی قائد ایوان صاحب!

قائد ایوان: جناب پیکر! آج نہیں کافی عرصے سے اس قسم کے بہت افسوسناک واقعات رومنا ہو رہے ہیں ہمارے محترم اساتذہ ہمارے محترم ڈاکٹر زنجیرز ان کو کسی نہاد قوم پرستی کے نام پر قتل کیا جا رہا ہے۔

ہم یہ سارا ایوان اس قسم کے نہ صوم عزم اور رکھنے والے لوگوں کی پر ڈور نہ مرت کرتے ہیں۔ (ڈیک بجائے گئے) اور آج بھی ہمارے ایک محترم پروفیسر کو دہاڑے قتل کیا گیا ہے۔ اور میں نے انتظامیہ کوختی سے ہدایت کی ہے بلکہ ڈی ایس پی اور ایس ایچ او دنوں کو معطل کروادیا ہے۔ اور میں نے کہا ہے کہ ان قاتلوں کو کسی بھی صورت میں گرفتار کر کے کیفیٰ کردار تک پہنچایا جائے۔ اور میں ان لوگوں کو جو قوم پرستی کے نام پر، جو کسی تحریک کے نام پر بے گناہ اور نہتہ لوگوں کو قتل کر رہے ہیں، اس معزز ایوان کے توسط سے یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ وہ غلط کر رہے ہیں۔ اور وہ specially بلوچ قوم کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور ہمارے علاقوں سے ڈاکٹر ز اساتذہ اور ہمارے اسکولز بند ہو رہے ہیں ہمارے ترقیاتی کام متاثر ہو رہے ہیں۔ اور Baloch Cause کو یہ لوگ نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ بلوچ قوم کے دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں (ڈیک بجائے گئے) اور میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ پروفیسر فضل باری صاحب کے لئے دعاۓ مغفرت کی جائے۔

(دعاۓ مغفرت کی گئی)

جناب پسیکر: جی عین اللہ صاحب!

حاجی عین اللہ شمس (وزیر صحت): جناب پسیکر! آپ کا شکر یہ کہ آپ نے مجھے فلور دیا۔ گزشتہ دنوں ہم نے ایک قرارداد پاس کرنے کیلئے یہاں table کی۔ اسکے بعد آج ایف سی والوں نے ہمارے سینئر منظر اور پارلیمانی لیڈر مولانا عبدالواسع صاحب کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا اس کی جتنی بھی نہ مرت کی جائے کم ہے۔ مولانا عبدالواسع صاحب ایک مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ ان کی خدمات ہیں وہ سارے پاکستان میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آج اُنکے حلقہ انتخاب میں اُنکی سرکاری گاڑی کو روک کر اُنکے بھائی اور بچوں کو اُتار دیا گیا۔ گاڑی اب بھی ایف سی قلعے میں بند ہے۔ پتہ نہیں بر گیڈی یہ رسیم نواز صاحب یہاں کوئی متوازی حکومت کرنا چاہتے ہیں یا ہمیں کوئی اور پیغام دینا چاہتے ہیں۔ کئی بار اپنی صوبائی میئنگوں میں جن میں عزت مآب جناب آصف علی زرداری صاحب بھی تشریف فرماتھے اور کئی بار وزیر اعظم یوسف رضا گلیانی صاحب بھی تشریف فرماتھے۔ اور ہم نے متفقہ طور پر ان سے مطالبہ کیا کہ صوبے کے اندر کوئی چیک پوسٹ نہیں ہونی چاہئے اور ہمیں یقین دہانی کرائی گئی کہ کسی بھی صورت میں کوئی چیک پوسٹ نہیں ہوگی۔ مسلسل مطالبات اور پوائنٹ آف آرڈر ز کے باوجود آج بھی یہ لوگ [*****] پر اُتر آئے ہیں اور مسلسل [*****] کرتے چلے آ رہے ہیں۔ متوازی حکومت انہوں نے بنائی ہوئی ہے، ہم اس کی نہ مرت کرتے ہیں۔

M . Speaker: Unparliamentary words stand expunged .

وزیر صحت: اور ہم اس کی نہمت کرتے ہیں اور اس فلور پر مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کو بارڈروں تک محدود رکھا جائے۔ بارڈر سے باہر صوبے میں کہیں بھی ان کی کوئی چیک پوسٹ allow نہ کیا جائے تاکہ یہ لوگوں کی تزلیل اور لوگوں کی عزت و آبرُو کو پایاں نہ کر سکیں اور لوگوں کی عزت و قارکا خیال رکھا جاسکے۔ ہمارے ساتھ اپنی forces ہیں، ہمیں ان کو utilize کرنا چاہئے ان کو ذمہ داریاں سونپی جانی چاہئیں۔ نہ کہ ان لوگوں کو جو نہ کسی کے ناموں کا نہ عزت کا نہ وقار کا خیال رکھتے ہیں۔ تھینک یو۔

جناب سپیکر: تھینک یو عین اللہ صاحب! ہوم منسٹر تو نہیں ہیں۔ قائد ایوان نے یقیناً سن لیا ہے وہ اس بات کا نوٹ لیں گے۔ قائد ایوان صاحب Will definitely take up it with the FC personel .

قائد ایوان: جناب سپیکر! میں اس مسئلے کو ضرور وفاقی گورنمنٹ کے ساتھ اٹھاؤں گا۔ لیکن جس طرح کہ مولانا صاحب کے بندوں کو گاڑی سے اُتار کر اور گاڑی کو انہوں نے ایف سی قلعے میں بند کیا ہے، یہ قبل نہ مت فعل ہے، اس کو نہیں ہونا چاہئے۔ جو package میاں رضاربانی نے آغاز حقوق بلوچستان کے لئے پیش کیا تھا انہوں نے صاف صاف کہا تھا "The Frontier Corps would be in subordination

of the Provincial Government"

مسئلہ اس طرح نہیں ہے۔ لیکن پھر میں نے میاں رضاربانی صاحب سے بات کی جو Constitutional Committee

کے سربراہ بھی ہیں۔ انہوں نے کہا بالکل میں نے صاف صاف الفاظ میں کہا ہے کہ:

The Frontier Corps would be in subordination of the Provincial Government and the Chief Minister, who ever is the Chief Minister. So this act of impounding his vehicle and you know it is a kind of very shameful on the part of people who have indulged in this kind of act and I ideally condemn it . And the Federal Government should take note of this , what has been said by the Health Minister. The Federal Government should seriously take note of it and if this is it , so there is no .

* بحکم جناب سپیکر غیر پارلیمانی الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

حقوق آغازِ بلوچستان آغازِ استھان بلوچستان (ڈیک بجائے گئے) but it is a kind of

جناب سپیکر: عبدالرحمن صاحب!

میر عبدالرحمن مینگل (وزیر معدنیات): جناب سپیکر! جس طرح سینئر منشراور ان کی فیملی کیسا تھے ہوا یہ انتہائی قبل مذمت ہے میں ایف سی کی ایسی حرکتوں کی پر زور مذمت کرتا ہوں۔ بارہا ہم نے اس فورم پر ایف سی کے بارے میں، ایسا کوئی اجلاس نہیں ہوا جس میں ایف سی کی زیادتیوں، ناجائزیوں اور بدمعاشریوں کا ذکر نہ ہوا ہو ہر وقت یہ ذکر ہوا ہے کہ اس کو لگام دیا جائے، اس کے باوجود یہ ہماری صوبائی گورنمنٹ کو ناکام کرنے کی ایک کوشش ہے، ایک سازش ہے۔ ہر وقت ہم یہ آواز بلند کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ”جی ہم صوبائی گورنمنٹ کے کہنے پر آئے ہیں وہ ہمیں کہے تو ہم واپس چلے جائیں گے“، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے کہا کہ آپ آ جائیں آپ کا فرض ہے آپ کو جو ذمہ داری دی گئی ہے آپ اُس کو نبھائیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ شریف النفس عام شہریوں کو ناجائز نگ کر کے اُن کی بے عزتی کر کے اُن کو گاڑیوں سے اُتار کر خاص families کے ساتھ اور خاص کر ہمارے بلوچستان کے اندر ایسی حرکتوں سے، میں معزز یوان اور آپ کے توسط سے ایک بار پھر وفاقی گورنمنٹ سے رحم ملک سے پر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنی ایف سی کو پابند کریں کہ ذمہ داری اس کو دی گئی ہے وہ اُسی پر کام کرے بجائے اس کے کہ عام شہریوں کو نگ کرے۔

جناب سپیکر: ok جی۔

وزیر معدنیات: تھیک یو۔

جناب سپیکر: تھیک یو ok۔ وقفہ سوالات۔ آغاز فان صاحب آپ کا سوال ہے اور اس کا جواب بھی نہیں۔

Minister is on leave, Question 163 is deferred for next session . And the Secretary Assembly take the answer from the concerned department for

. the next session . جی وقفہ سوالات ختم۔

ڈاکٹر آغاز فان کریم: پرانکٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب سپیکر: سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔ Then I will take up your point . of order .

رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی: محترم سردار یار محمد رند صاحب، ممبر بلوچستان صوبائی اسمبلی اپنے حلقة کے دورے کی وجہ سے

15 رماج تا انتظام اجلاس تک کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

محترم میر حملہ کلمتی، وزیر نے کراچی جانے کی وجہ سے آج کے اجلاس کے لئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

میرامان اللہ نو تیزی صاحب، وزیر نے کراچی جانے کی وجہ سے آج کے اجلاس کے لئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

محترم کمپین ریٹائرڈ عبدالحلاق اچکزی صاحب، وزیر نے کوئٹہ سے باہر جانے کی وجہ سے آج کے اجلاس کے لئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

میر سعیم احمد کھوسہ صاحب، وزیر نے بذریعہ فون اطلاع دی ہے کہ وہ اپنے حلقوں کے دورے پر ہیں، انہوں نے آج کے اجلاس کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے۔

محترمہ روہینہ عرفان صاحبہ، ممبر نے کراچی جانے کی وجہ سے 18 تا 22 مارچ تک کے اجلاسوں کے لئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

میر شاہنواز مری صاحب، وزیر نے نجی دورے کی وجہ سے آج کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

جناب پسیکر: سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواستیں منظور کی جائیں؟
(رخصتیں منظور ہوئیں)

جناب پسیکر: سردار اسلام صاحب! آپ سے پہلے آغا عرفان صاحب کا پوائنٹ ہے اسکے بعد میں آپ کو فلور دیتا ہوں۔ جی آغا عرفان صاحب!

ڈاکٹر آغا عرفان کریم: جناب پسیکر! ہمارے صوبائی اسمبلی سیکرٹریٹ اسٹاف کے لئے بیس فیصد پیشل الائنس کے بارے میں میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ-----

جناب پسیکر: دیکھیں یہ اسمبلی کی بات ہے آپ فلوپر نہیں کر سکتے ہیں آپ چیزیں میں آئیں میرے ساتھ اس کو take up کریں۔ پھر جو بھی concerned ہوگا ہم اُس سے take up کریں گے۔

According to Rules you can't take it up on the floor of the House.

سردار اسلام بزنجو صاحب!

سردار محمد اسلام بزنجو (وزیر آپاٹی و برقيات): جناب پسیکر! پی آئی اے کے حوالے سے میرا مولانا واسع صاحب سے-----

جناب پسیکر: جب اُس کی باری آئے گی پھر میں آپ کو بتاؤں گا۔ میں ابھی تحریک التوالے لیتا ہوں۔

تحریک اتو نمبر 2 جناب جعفر مندو خیل صاحب۔۔۔۔۔

مولانا سید عبدالباری آغا (وزیر پلک ہیلتھ انجینرگ): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

وزیر پلک ہیلتھ انجینرگ: جناب سپیکر صاحب! بصدق احترام میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ بھلی کی مسلسل لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے خاص کر بلوچستان میں جو ہمارے پانی آب نوٹی کا source ٹیوب ویل ہے وہ بند پڑے ہیں اور بلوچستان کے بارے میں آپ بہتر جانتے ہیں، پنجاب اور سرحد کو اللہ تعالیٰ نے ایک نہری نظام دیا ہے لیکن ہمارے ہاں مسلسل لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بھلی نہیں ہے۔ ابھی اسمبلی کے لئے ہم روشنی کا انتظام تو جزیرہ کے ذریعے کر سکتے ہیں لیکن ہمارے نصیر آباد، خضدار، سیلہ، ثواب اور پٹیان، ان ایریا زمین جزیرہ کا کوئی انتظام نہیں ہے وہاں بھلی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ پانی سے محروم ہیں۔ اس سلسلے میں کیسکو حکام سے آپ گزارش کریں کہ اگر ہم لوگوں کو پانی نہیں دے سکتے، ہسپتاں میں دوانہیں دے سکتے ایڈمنیسٹریشن کا یہ حال ہے کہ جو اس کے ملازم ہیں ایف سی والے وہ ہمارے سیاستدانوں کو ملزم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے جو وردی پہنچی ہوئی ہے وہ ملازم کی طرح، اگر اس طریقے سے حقدار کی بے عزتی کریں کراچی میں علماء کا قتل عام ہو رہا ہے یہاں پر ہمارے پاریمانی لیڈر کی بے عزتی ہو رہی ہے۔ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ آخرت سے پہلے بھی ہم بدلتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! آب نوٹی کے حوالے اگر خاص اس پر آپ کیسکو والوں کو رولنگ دیدیں۔ اور ایف سی جانے ہم جانیں اپنے معاملات ہم خود take up کریں گے۔

جناب سپیکر: آپ پی اتھج ای کے وزیر ہیں، وزیر آپا شی اور پاور سے میں کہتا ہوں کہ آپ اس مسئلے کو کیسکو سے take up کریں۔ جی سردار اسلام بن جو صاحب!

وزیر آپا شی و بر قیات: جناب سپیکر صاحب! تین چار دن سے پورے بلوچستان کی بھلی بند ہے۔ بات یہ ہے کہ اخبارات میں آیا تھا کہ جی کہیں کوئی ٹاور تخریب کاروں نے اڑا دیا ہے۔ تو یہاں ابھی دو با تین چل رہی ہیں۔ ایک یہ کہ بھلی کی کمی کی وجہ سے بہانہ بنایا کر کے کہ جی بلوچستان میں ٹاور گر گیا ہے اس وجہ سے بھلی بند کر دی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جی واقعی ٹاور گر گیا ہے۔ لیکن اس پر کام، کل میں نے اخبار میں پڑھا کہ جب ہمیں clearance ملے گا پھر ہم اس کی مرمت شروع کریں گے۔ جناب سپیکر! مارچ کا مہینہ ہے، گرمی کا موسم قریب ہے ان دنوں میں ہماری فصلوں کو پانی کی اشد ضرورت ہے۔ بلوچستان میں اربوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ میں نے صحیح وزیر اعلیٰ صاحب سے بات کی کہ جی کیسکو کے چیف کو آج ہی بلا کے ان سے بات کریں۔

کیونکہ اس سے پورا علاقہ متاثر ہو رہا ہے۔ ابھی یہاں کوئی بھی میں بھلی دے رہے ہیں لیکن ہمارے مستونگ، فلات اور خضدار جو دوسرے ایریا زور الائی، پشین وہاں دو گھنٹے تین گھنٹے صرف پینے کے پانی کے لئے بھلی دے رہے ہیں۔ تو اس طرح ہماری فصلیں تباہ ہو جائیں گی۔ میں آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ آج ہی اجلاس کے بعد کیسکو چیف خلک صاحب کو بلا کے میٹنگ کرادیں ورنہ یہ تو تباہی ہو گی۔

جناب پسیکر: اجلاس کے بعد اس مسئلے پر کیسکو چیف سے بات کرتے ہیں، ان سے اصل حقیقت معلوم کریں گے کہ یہ بھلی مکمل طور پر کب تک restore ہو گی۔

وزیر آپا شی و بر قیات: تو اس کو بلا نہیں۔

جناب پسیکر: بالکل۔ جی قائد ایوان صاحب!

نواب محمد سلم رئیسانی (قائد ایوان): جی وزیر آپا شی بس یہ ہمارے خضر علیہ السلام ہیں۔ تو ہم بالکل ان کے حکم کے مطابق ہم ان کو بلا کر اس کو ٹھیک کریں گے۔

جناب پسیکر: تھینک یو۔ جی ظہور کھوسہ صاحب!

میر ظہور حسین خان کھوسہ: جناب عالی! جعفر آباد اور نصیر آباد میں تو ٹاؤن نہیں گردے ہیں وہاں سے بھلی بھی نزدیک ہے گرم ترین علاقے ہیں وہاں میں بھی گھنٹے بھلی غائب رہتی ہے۔ شہر کے اندر میں گھنٹے اور باہر ڈیرہ اللہ یار اور ڈیرہ مراد میں باکی میں گھنٹے بھلی غائب ہے۔ تو اس طرف بھی توجہ دی جائے۔

جناب پسیکر: ٹھیک ہے آپ کا پاؤ اسٹ آ گیا۔ جعفر خان مندوخیل صاحب اپنی تحریک نمبر۔۔۔ جی آغا صاحب last a pao اسٹ آپ کا ہو گا پھر تحریک التوالینگ۔

ڈاکٹر آغا عرفان کریم: جناب پسیکر صاحب! آپ کے توسط سے لیڈر آف دی ہاؤس بھی آج یہاں موجود ہیں اور اسمبلی کے سینئر لوگ بھی۔ سر! بلوچستان میں دو جگہ بھلی produce ہو رہی ہے۔ ایک تو ہمارے اوچ میں اتنی بھلی produce ہو رہی ہے اگر آپ لوگ یا ہم لیڈر آف دی ہاؤس کے توسط سے اسمبلی میں کوئی قرارداد پاس کر کے اور جا کے ایک اچھے طریقے سے وہاں اُن پر pressure ڈالیں کہ یہی بھلی بلوچستان کو convert کر کے دی جائے تو یہ مسئلہ ہماری اپنی گیس سے بن رہا ہے کسی اور کسی گیس کی بھی نہیں ہے پانی کی بھی نہیں ہے سرحد کی بھی نہیں ہے سندھ کہیں کی نہیں۔ یہ تو ہماری اپنی بھلی ہے یہ میں convert کر کے دی جائے ہمارا یہ مسئلہ حل ہو جائیگا۔ secondly سر! ہمارا جو پرانا کوئی بھلی کا بھلی گھر ہے وہاں اس دن غالباً آپ بھی تھے ہمیں جو کیسکو والے بریفنگ دے رہے تھے مولانا واسع صاحب موجود تھے ہمارے نسٹر پاور اینڈ ایر پلیشن

بھی موجود تھے تو انہوں نے کہا کہ اس پر اگر آپ لوگ کام کریں گے اور اس کو وہ اپنی maximum position پر لایں گے۔ میرے خیال میں پہلے کوئے پر چلتا رہا اب اس کو گیس پر convert کرنا ہے۔ تو یہ آپ لوگوں کا بہت بڑا مسئلہ یہ بھلی گھر حل کریگا۔ سر! ہمارے اپنے وسائل ہیں تو ہم کیوں رورے ہیں ان پر ہم صحیح کام کریں تو بلوچستان کی بھلی کا مسئلہ ہم کافی حد تک حل کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر: آپ کا point on record آ گیا۔ جعفر مندو خیل صاحب اپنی تحریک التوانہر 2 پیش کریں۔

تحریک التوانہر 2

شیخ جعفر خان مندو خیل: شکریہ جناب سپیکر! میں اسمبلی قواعد و انصباط کا راجحہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوانہ کا نوٹس دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ صحت انسانیت کی سب سے اولین بنیادی ضرورت ہے۔ جان ہے تو جہاں ہے۔ اس مصدقہ کے بر عکس ہمارے ملک بالخصوص صوبہ بلوچستان کا المیہ یہ ہے کہ ہم صحت جیسے انہتائی اہم شعبوں کو شروع سے یکسر نظر انداز کرتے آرہے ہیں۔ جس کی زندہ مثال یہ ہے کہ ہمارے پرائیویٹ پریکٹس کرنے والے ڈاکٹرز کے لکینکوں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہمارے سرکاری ہسپتال عوام کو مایوس کرتے ہیں۔ حالانکہ مکمل صحت کو سالانہ اربوں روپے کا بجٹ بھی دیا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی کارکردگی انہتائی غیر تسلی بخش ہے جس کی وجہ سے اس صوبے کی پسمندہ اور غریب عوام کی حالت روز بروز بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ جس کا واضح ثبوت وزیر صحت کے مورخہ 16 مارچ 2010ء کا انٹرو یو ہے۔ (اخباری تراشہ مسلک) ہے۔ لہذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم اور عوامی نوعیت کے حامل مسئلے کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر: تحریک التوانہر 2 پیش ہوئی۔ آپ اس پر مزید بات کرنا چاہیں تو تختصر آیاں کریں۔

شیخ جعفر خان مندو خیل: جناب سپیکر صاحب! کیونکہ صحت کا معاملہ بڑا ہم ہے سر! آپ سے اجازت مانگوں گا۔ اگر آپ مجھے پانچ منٹ دیں۔ So I will be able to explain it better.

جناب سپیکر: جی آپ بات کریں۔

شیخ جعفر خان مندو خیل: تمام اسمبلی، چیف منستر صاحب تو اٹھ کر چلے گئے لیکن ہمارے دوسرے معزز ممبر ان صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: ہیاتہ منستر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں سن رہے ہیں۔

شیخ جعفر خان مندو خیل: جناب سپیکر! سب سے پہلے اگر آپ متعلقہ وزیر صاحب کا خود انٹرو یو پڑھیں۔

سپیشل ایڈیشن میں آیا ہوا ہے۔ ہیڈ لائن یہ ہے ”پرائیویٹ ہسپتالوں میں مہنگا ترین علاج، دوازاز کمپنیاں پرائیویٹ ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کو یورپ کے ٹورز کرواتی ہیں جس کا خمیازہ مہنگے نسخوں کی شکل میں مریضوں کو بھگلتا پڑتا ہے، بھی ہسپتال میں فیس کی کوئی حد مقرر ہونی چاہیے جنگ فورم کے شرکاء کا اظہار خیال“ تو یہی جو منظر محترم صحت کے منظر صاحب ہیں، انکا اپنا بھی اسکے متعلق اثر و یو ہے بلکہ اسی کو میں نے base بنایا ہوا ہے کہ بھی کسی کو condemn کرنے کیلئے یا کسی حکومت کے اوپر یا کسی دوسرے پر I am part of this setup تو اسکو condemn کرنے کے لئے نہیں ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ صحت اور ایجوکیشن میں سمجھتا ہوں یہ دونوں بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ اگر اس پر اسمبلی کے فلور پر بحث ہو جائے اور تجاویز آجائیں اور اس کا کوئی تدارک ہو سکے۔ تو سب سے بہتر ایک نتیجہ اسی طرح کلک سلتا ہے۔ آپ دیکھ لیں گورنمنٹ ہسپتال ہیں اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں۔ تمام ڈاکٹرز almost 99 سے بھی زیادہ ہو نگے وہ سب سرکاری ڈاکٹرز ہیں۔ سب سے پہلے ان کو اپنے گورنمنٹ ہسپتالوں پر توجہ دینی چاہیے۔ اسکے بعد اگر ان کو کوئی spare time ملتا ہے، ٹھیک ہے بھی پریکٹس بھی وہ کر لیں۔ لیکن معاملات اسکے بر عکس چل رہے ہیں۔ آپ s.P.O.'s میں جائیں آپ کو ڈاکٹر نہیں ملیں گے۔ جوانا مخصوص ٹائم ہوتا ہے صبح آٹھ بجے سے دو پہر دو بجے تک اس ٹائم میں آپ کو 25% ڈاکٹرز بھی نظر نہیں آئیں گے۔ اس کی کیا وجہات ہیں؟ آسکی یہ وجہات ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے سرکاری ہسپتال میں ڈیوٹی دیدی اور مریض کو دیکھ لیا تو ہمارے پاس کلینک میں کون آیا گا۔ تو ہذا ان کو ادھر avoid کر کے پھر ادھر کلینک میں بلا کر کے وہاں پھر انکے ساتھ ہوتا ہے۔ اس انٹرویو میں کافی اس کا ذکر آیا ہے۔ انہوں نے جوانا مخصوص ڈایہ اسکے اوپر ایک تو میں یہ کہتا ہوں کہ کچھ تو انہوں نے محسوس کیا ہے جو یہ بولا ہے میں اس بات کے اوپر appreciate کرتا ہوں۔ لیکن کچھ چیزیں اسمبلی اور اس ایوان کے نوٹس میں بھی میں لانا چاہتا ہوں۔ اسوقت ہمارے صوبے میں تقریباً سیسیٹ کیڈر میں 281 ڈاکٹرز ہیں اور جزل کیڈر میں 2600 کل 3260 ڈاکٹرز ہیں سر! اگر یہ 3260 ڈیوٹی دیں تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ صوبہ بلوچستان جیسا چھوٹا صوبہ کسی ڈاکٹر کی attendance سے وہ محروم رہ جائے۔ تو ہذا سب سے پہلے میں یہ کہتا ہوں کہ ان ڈاکٹرز کے اوپر جس طرح بھی ہو کثرول کیا جائے۔ کہ بھی:

You have to give the duty in the government hospitals, because you are taking pay and allowances and every thing bungalows .
وغیرہ سب آپ نے لیا ہوا ہے، سرکار سے سہولیات لی ہوئی ہیں، تو اس پلک کیلئے جو ہم یہ خرچ کر رہے ہیں

اربouں روپے تو آپ نے ڈیوٹی لازمی دینی ہے۔ اس ڈیوٹی کے اوپر اس ڈاکٹر کو س طرح پابند کیا جائے؟ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر اگر کوئی کام نہیں کرتا ہے اگر یہ چار cases بھی محکمہ صحت پی ایم ڈی سی کو refer کر دے کہ بھئی These are our doctors ہم بھی ان کو معطل کرتے ہیں آپ بھی ان کی رکنیت معطل کر لیں۔ کیونکہ یہ اپنے فرائض سرکاری جوان کی ڈیوٹی ہے وہ نہیں دے رہے ہیں۔ کسی نہ کسی طریقے سے تمام کی لست انکے ساتھ موجود ہیں یا نہیں، موجود ہو سکتی ہے۔ ہر ممبر وہ اپنے ضلع کی اور اپنے ایریا کی تفصیل بتا سکتا ہے۔ ایسے hospitals کی اکثریت rural areas میں آج تک کوئی ڈاکٹر پیٹھتا ہی نہیں ہے۔ صرف اس موقع پر چلا جاتا ہے جب کوئی نیپکشن ہوتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ جو سرکاری ڈاکٹرز ہیں انکے اوپر ایک تو یہ compulsory کیا جائے کہ وہ اپنی کم از کم آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی اوپر ڈی میں دیں تاکہ پیک کو ایک سہولت حاصل ہو۔ مجھے یاد ہے میں خود لوگوں کو لے جاتا تھا اسی سول ہسپتال میں اوپر ڈیز میں ڈاکٹرز بیٹھے ہوتے تھے، لائن گلی ہوتی تھی۔ ٹھیک ہے چھوٹے جو غریب لوگ ہیں وہ ادھر چلے جاتے تھے جو امیر لوگ ہیں برداشت کر سکتے تھے شام کو ان کے پاس ٹکینک میں چلے جاتے تھے تاکہ ان کی اچھی نیپکشن ہو سکے۔ آج ٹولن معاملہ انہوں نے clinics کے اوپر چھوڑ دیا ہے۔ اسیں میں سمجھتا ہوں کہ ہیئتھ کے ساتھ ہم سب کو cooperation کرنا چاہیے، ہم اسیلی کے جو مبران ہیں اسیں اگر ہم دیکھیں کہ کوئی نالائق ڈاکٹر ہے اسکی نشاندہی کریں اور کسی نالائق ڈاکٹر کی ہم سفارش نہ کریں تاکہ ان کے بھی ہاتھ مضبوط ہو سکیں اور ان کے اوپر گرفت بھی ڈال سکیں۔ اور یہ نہ ہو کہ مجھے اپنے ضلع میں بھیج دیدو تاکہ وہ ڈیوٹی نہ کرے۔ اگر ہم لوگ زیادہ اس میں مداخلت کریں گے تو definitely ٹھکنے کی گرفت ان کے اوپر کمزور پڑ جاتی ہے۔ تو سب سے پہلے ہم کو اور پیک کو بھی اس سپورٹ کی کہ بھئی میرا ووٹر ہے مجھے ادھر ٹوپب میں دیدو میرا ووٹر ہے مجھے قلعہ سیف اللہ میں دیدو۔ اس چیز کو اگر ہم بالائے طاق رکھ کرے ان کو کہیں کہ ہمیں اپنے ایریے میں health facility دی جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب لوگوں کی اور پیک کی اولین ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ بھئی یہ اربouں روپے تنواہ لے رہے ہیں فیصلیز لے رہے ہیں یہ اپنی ڈیوٹی کریں اور ہم کو ہیئتھ فیصلیز اپنے ایریا میں دیں۔ پرائیوٹ ہسپتالوں کو اگر آپ دیکھ لیں ان کی ایک mushroom growth ہے ہر روڈ آپ کو بلاک ملے گا ٹرینک نہیں چل سکتی even چیف منٹر کے گھر یا گورنر صاحب کے گھر اگر آپ کراس کرنا چاہیں شام کو آدھا گھنٹہ آپ کو ٹن روڈ پر لگے گا کہ وہ ٹرینک بلاک ہوتی ہے کیونکہ پرائیوٹ ہسپتال وہاں بننے ہوئے ہیں۔ وہی ڈاکٹرز جو پرائیوٹ ہسپتالوں میں اتنے مریض ان کے پاس جاتے ہیں کیا وہ سرکاری ہسپتالوں میں ڈیوٹی نہیں دے

سکتے؟ کیونکہ They are all taking pay from government وہ گورنمنٹ سے pay لے رہے ہیں۔ تو یہ پرائیویٹ ہسپتالوں کے اُپر کوئی کنٹرول ہونا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہیلاتھڈیپارٹمنٹ کو کو اگر legislation چاہیے، میں اس کے ساتھ cooperation بھی کریں گے۔ ایسی لے آئے کہ ان پرائیویٹ ہسپتالوں کے اُپر کنٹرول کر لے۔ کیونکہ گورنمنٹ ہسپتالوں کا فناش جن کے اُپر اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں ان پرائیویٹ ہسپتالوں نے ختم کر دیا ہے۔ پرائیویٹ لیمز آپ دیکھیں ہر روڈ کے اُپر پرائیویٹ لیمز بنے ہوئے ہیں جسمیں پیٹھا لو جست تک نہیں ہوتا۔ محکمہ صحت نے پچھلے سال ایک کارروائی شروع کی تھی کافی لیمز انہوں نے بند کر دیے تھے۔ لیکن ہماری حکومتوں کی ہمیشہ جب کارروائی ہوتی ہے وہ کچھ دنوں کے لئے permanent نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُن لیمز کو فوری طور بند کر کے اُن لوگوں کو پکڑنا چاہیے یا اُن پر ہاتھ ڈالنا چاہیے کہ جو بغیر پیٹھا لو جست کے لیبارٹری چلا رہے ہیں یا جو بغیر جسٹریشن کے لیبارٹری چلا رہے ہیں۔ ایسے آپ دیکھیں روزانہ ان پرائیویٹ لیمز کے آتے ہیں۔ آپ بلڈشوگر کا ٹیکسٹ کروالیں ایک دن آپ کوڈھائی سو کارز لٹ دیدینے گے دوسرے دن اُسی کا سورز لٹ آپ کو دیدینے گے۔ میں سمجھتا ہوں ان پر بھی کنٹرول ہونا چاہیے۔ دوسرا پرائیویٹ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ متعلقة منظر صاحب نے خود انترو یو دیا ہے کہ دوا ساز کمپنیاں پرائیویٹ ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کو یورپ کے ٹورز کرواتی ہیں۔ جس کا نمیازہ مہنگے نہیں کی شکل میں مریضوں کو بھگلتا پڑتا ہے۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے even ایسے ہیں کوئی دوست ڈاکٹر ہے بولتے ہیں فیں آپ سے نہیں لیتے ہیں لیکن تین ہزار کی دوائیاں آپ کو لکھ کر کے دے دیتے ہیں۔ تین ہزار میں کم از کم ایک ہزار اسکے ہوتے ہیں۔ ایک میں آپ کو ان دوائیوں کی prices ہسپتالوں گا کہ کتنا difference ہے۔ (گلاسکو پرو) جو دوائی ہے ہوں سیل میں اسکاریٹ 35 روپے ہے۔ اور مارکیٹ ریٹ ایک 150 روپے ہے۔ سر! اُس ڈاکٹر کو 328% اسیں profit ہے۔ normal 10 to 15 percent profit جائز ہے۔ even 20% اگر وہ لے لیں وہ جائز ہے لیکن 328%۔ ایک دوسری دوائی (سپر سائپرو) یہ ہوں سیل میں 70 روپے میں ہے مارکیٹ میں 193 روپے کی ملتی ہے منافع کی شرح 175% ہے۔ اسی طرح (ایکسوسیف) یہ دوائی ہوں سیل میں 65 روپے کی ہے مارکیٹ میں اسکاریٹ 174 روپے ہے۔ سر! 167% اس کے اُپر یہ لوگ منافع لے رہے ہیں۔ میرے ساتھ کوئی آٹھ دس اور بھی دوائیاں ہیں جسمیں کم از کم 150 rates سے لیکر کے 300% تک۔ یہ hospitals ممبر صاحبان اگر تھوڑی توجہ دیں۔

جناب پیغمبر: اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ، فناں منظر صاحب! پلیز، جنگ صاحب! انبوکشن منظر صاحب!

پلیز آپ توجہ سے سنئیں۔ جی۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: میں نے کہا کہ اس طرح یہ آٹھ دس دوائیاں لوگوں نے دی ہیں۔ باقاعدہ ان کی details بھی دی ہیں۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ واقعی یہ rates ہیں۔ میں اسمبلی اور ایوان میں بیٹھے تمام معزز ممبران کے علم میں یہ سب بتیں لانا چاہتا ہوں کہ ڈیڑھ سو سے لیکر کے تین ساڑھے تین سو پر سنت تک یہ profit ratio اسوقت چل رہا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ تمام حالات خراب ہیں آپ کے ڈاکٹر زر جسڑ ہیں ان کو کسپنیوں نے باقاعدہ پر چیز purchase کیا ہوا ہے کہ ہماری جودوائی ہے اس prescription میں آپ دیدیں آپ کو ہم اتنا منافع monthly دیدیا کریں گے جتنا آپ sale کیا کریں گے۔ اور آپ کو کبھی سنگاپور کبھی ملائیشیا کبھی یورپ کبھی دوسرا جگہ کے ہم tours بھی کروائیں گے pleasure tours کسی بھی میڈیکل ہیلتھ ان چیزوں کے نام کے پر۔ عرض یہ ہے کہ اس مسئلے نے صحت کا معاملہ یہاں تک بگاڑ دیا ہے کہ کوئی جو کیپٹل سٹی ہے اس میں لوگوں کو جو سرکاری ہسپتال ہیں ان میں وہ proper facilities ابھی تک available نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر محکمہ صحت اس طرف تھوڑی توجہ دے یا اس طرف تھوڑا ذرائع کو شش ان کی جاری ہے اور اس کے اوپر full control کے لئے اور ہمارا تعاون ان کے ساتھ ہو تو میں سمجھتا ہوں عوام کو سب سے بڑا relief اس پر ملے گا۔ even یہ کیسز جو محکمہ صحت refer کرتا ہے۔ سر! اسمبلی میں میں نے ایک question کیا تھا (Question No-114) اُس دن غالباً متعلقہ منظر ملک سے باہر تھا یا شہر سے باہر تھا یہ سوال پھر ڈیفر ہو کر کے cancel ہو گیا۔ اس کا آپ کے ساتھ اسمبلی میں ریکارڈ موجود ہے۔ منظر صاحب کو بھی اس کی کاپی غالباً گئی ہے اگر نہیں ہے تو میں دیدوں گا۔ اس میں آپ دیکھ لیں جو باہر انہوں کیسز ریفر کیئے ہیں: 2007ء میں، تین سو گیارہ کیسز اور 2008ء میں تین سو باشٹ کیسز ریفر کیئے ہیں۔ ان میں بھی آپ دیکھ لیں جھلک یہ نظر آتی ہے کہ ایسے کیسز ہیں جن میں معمولی نزلہ وزکام کے کیسز اور neuro cases ہیں جو انہوں نے refer کیئے ہیں، یہاں آپ کے تین Neuro Surgeon ہوتے ہیں۔ کیا وجہ ہے؟ تینوں at that time چھٹی پر ہوتے ہیں چھٹی کا بھی ایک طریقہ کار ہونا چاہیے۔ دوسرے چھوٹے چھوٹے کیسز ہیں جو آغا خان کو تم لوگوں نے refer کیئے ہیں ابھی تین سو کیسز سے تو پورے صوبے کا، ہیلتھ کا معاملہ نہیں بتتا ہے۔ ٹھیک ہے جن کا علاج اس صوبے میں available نہیں ہے ان کیسز کو میں سمجھتا ہوں کہ اس صوبے سے باہر ریفر کرنا چاہیے۔ لیکن جن کا علاج اس صوبے میں available ہے ان گورنمنٹ ہسپتاں میں بھی

موجود ہیں اُن کو ریفر کرنا یہ لسٹ اگر دیکھ لیں کسی کا نام لیکر کے اس کو point بایا جائے بلکہ میں نے اس پر indicate کیا ہوا ہے۔ کم از کم اس میں 30% تو ایسے کیسے ہیں جو ہمیں صرف پڑھنے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ غلط ریفر کئے گئے ہیں۔ تو اس وجہ سے محکمہ صحت کی جو حالت ہے یا صحت کے متعلق جو میری reservations تھیں اسمبلی کے علم میں لے آؤں میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایوان کی کارروائی روک کر کے اس کے لئے کوئی خصوصی ظاہم دیں تاکہ اس کے اوپر تجویز آ جائیں اور کامل بحث ہو جائے۔ We all are government here۔ کسی کے اوپر تقید کی شکل میں یادوسری شکل میں، میں یہ چیزیں نہیں لایا ہوں۔ بلکہ اس کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے اتنا ریکارڈ collect کرنا اتنا detail collect کرنا۔ اور میں محکمہ صحت کا بھی شکر گزار ہوں کہ میرے سوالوں کا اس نے جواب دیا ہے اس پر سب کچھ انہوں نے پوائنٹ آؤٹ کیا ہے کوئی concealment نہیں کی ہے۔ لیکن اُسی پوائنٹ آؤٹ پر میں نے آپ کو پھر پوائنٹ آؤٹ کیا ہے کہ اُسی میں انکی تمام چیزیں نظر آ جاتی ہیں۔ یہ میری request ہے جناب! آپ سے اور اس اسمبلی سے کہ ہیلائچہ کیلئے ایک دن اگر ہم مقرر کر دیں۔ دو گھنٹے کی اس پر بحث ہو جائے تو پھر ایک تجویز اٹھا کر کے ایک support دیکر کے اس گورنمنٹ کو ہم اس معاملے کو آگے چلا لیں تھیں یو۔

جناب سپیکر: تھیں یو۔ صادق صاحب! میں ایک منٹ ہیلائچہ منستر کا موقف سن لوں۔ نہیں وہ میں عرض کروں ناں ان کے موقف کے بعد ہو سکتا ہے ہم اس کو adopt کر لیں۔ پھر جب دو گھنٹے کی بحث ہو گی تو پورا ہاؤس بولے۔

میر محمد صادق عمرانی (وزیر مواصلات و تعمیرات): جناب سپیکر! اگر ہیلائچہ منستر بولے گا تو پھر میرے بولنے کا کیا فائدہ ہے۔

جناب سپیکر: جی ہاں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: سرا میری ایک request ہیلائچہ منستر سے یہ ہے کہ جعفر مندوخیل نے جو تحریک التوا پیش کی انہوں نے بہتر تجویز دیں لیکن میری اس میں ایک گزارش یہ بھی ہے کہ بلوچستان میں دونبڑ کیدوا ایسا اتنی جعلی کمپنیاں بن چکی ہیں جو مارکیٹ میں پیچتی ہیں مہربانی کر کے ڈرگ اسپیکٹر ز پرخت زور دیا جائے تاکہ یہ سلسلہ ختم ہو۔ اس پر ایک دن مکمل تجویز اور بحث ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی ہیلائچہ منستر صاحب آپ کا موقف کیا ہے؟ اس کے لئے ہم کوئی وقت رکھیں؟ حاجی عین اللہ شمس (وزیر صحت): تھیں یو جناب سپیکر! جعفر خان مندوخیل صاحب جو تحریک التوا لائے ہیں

میں اس بارے میں ایک دو چیزوں کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک یہ کہ جو پرائیویٹ ہسپتالوں میں مہنگا ترین علاج۔ یہ ادارے کی طرف سے موضوع تھا یہ میرے کہے ہوئے الفاظ نہیں ہیں بلکہ موضوع یہی تھا جنگ اخبار والوں نے یہ موضوع بنایا تھا۔ دوسرا یہ جو دو اساز کمپنیاں پرائیویٹ ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کو یورپ کی ٹورز کرواتی ہیں جس کا خمیازہ مہنگے سنخوں کی شکل میں مریضوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ یہ ہمارے جو میزبان تھے یہ ان کے الفاظ ہیں جو انہوں نے موضوع کے ساتھ لگادیے ہیں۔ ظاہر ہے اخبار والے کچھ تو لکھتے ہیں تاکہ وہ کچھ attractive صاحب نے پڑھ لی ہوگی۔ مسئلہ یہ ہے کہ سات لاکھ patients صرف میں سالانہ H.S.P. attend کرتا ہوں۔ چار کروڑ میں لاکھ روپے وہاں ادویات کے لئے جس میں کاشن، بینڈنچ، سوئیاں، سرخ جتنی بھی چیزیں ہیں وہ اسی میں شامل ہیں۔ اب سانچہ per head یا سانچہ روپے per patient ہمیں بجٹ ملتا ہے۔ تو اس میں ہم اتنا ہی کر سکتے ہیں اس سے آگے ہم جانہیں سکتے۔ چونکہ ہمارے وسائل جیسے کہ آپ کے بھی علم میں ہے سب کے علم میں ہے اور جعفر خان صاحب وزیر خزانہ رہ چکے ہیں اور دوسرے عہدوں پر بھی، ہمارے جو وسائل ہیں اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے ہم نے محنت کی سہولیات دی ہیں۔ ہمارا بولان میڈیکل کالج جس میں بیسک سائنسز ٹیچروں کی shortage تھی وہاں کوئی جانے کے لئے تیار نہیں تھا اس کے لئے ہم نے محنت کی تیس ہزار روپے month per ایڈیشنل سیلری پروفیسر کے لئے، پھر پس ہزار ایڈیشنل سیلری ایسوی ایٹ پروفیسر کے لئے اور بیس ہزار اسٹینٹ پروفیسر کے لئے ہم نے increase کیا۔ کیونکہ میٹنگ میں ہم نے بولان میڈیکل کالج کی دس پر سنت سیٹیں increase کیں۔ لیکن اس میں ہمارے ساتھ ایک مشکل یہ پیش آتی ہے کہ more than 50% وہاں لڑکیاں آتی ہیں جو first year second year میں ان کی معنگی ہو جاتی ہے اور وہ گھر جا کے بیٹھ جاتی ہیں جس سے ہماری سیٹیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ پھر کوئی جا کے ایم بی بی ایس کر لیتی ہے تو اسے ہاؤس جاب کی اجازت نہیں ملتی۔ اور کوئی ہاؤس جاب کے بعد گھر جا کے بیٹھ جاتی ہے۔ تو اس سے ہمارے لئے ڈاکٹروں کی ایک shortage ہے جس کے لئے ہم نے محنت کی۔ اور نواب اسلام رئیسانی صاحب کی قیادت میں ہم گئے اور میں اس فلور پر آج پھر وزیر اعظم پاکستان جناب سید یوسف رضا گیلانی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہونگا جنہوں نے ہمیں دو میڈیکل کالج منظور کر کے دیدیئے ایک خپدار میں اور ایک لورالائی میں۔ جن میں سالانہ چھاپس چھاپس میڈیکل کی سیٹیں ہوں گیں تاکہ ہم تعداد کو بڑھا سکیں۔ جہاں تک O.P.D کی بات ہے میں خود گیا ہوں کسی بھی نام پر surprise visit

میں کرچکا ہوں۔ کئی بار کرچکا ہوں جسیں بدل کر کے بھی میں ہسپتالوں میں جاچکا ہوں میں نے وہاں حالت دیکھی ہے۔ کل کی بات ہے کواری روڈ پر بم بلاسٹ ہوا کوئی fifteen کے قریب زخمی آئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہر ڈاکٹر ایک پر امن ماحول ایک پر سکون ماحول چاہتا ہے تاکہ وہ زخمی کو یا مریض کو صحیح طور پر treatment دے سکیں۔ تو وہاں کل جو ہنگامہ آ رائی ہوئی جو صورت حال تھی۔ اب ڈاکٹر پر بیشان ہیں کہ ہم اپنے آپ کو بجالیں یا ان مریضوں کا یا ان زخمیوں کا جو خون میں لٹ پت تڑپ رہے ہیں علاج کر سکیں۔ کل وہاں ENT Surgeon، Head Orthopaedic Surgeon اور Neuro Surgeon جز سرجری کا Head موجود تھے۔ تمام عملہ موجود تھا اور ہمارے ایجوکیشن منستر طاہر محمود صاحب خود وہاں گئے تھے انہوں نے visit بھی کیا تھا۔ تمام شعبے فعال تھے لیکن اس کے باوجود نفرے بازی ہوتی رہی ہے۔ یہ کوئی لابی ہے؟ کل میں نے اخبار والوں کو بھی بتایا اور آج اس فلور کے توسط سے بھی کہتا ہوں کہ جو بھی حادثہ ہو آپ اس کی سزا ہسپتال کو نہ دیں۔ بلکہ آپ ڈاکٹروں کو ایک پر امن اور خوشنگوار ماحول فراہم کریں تاکہ وہ مریض کی دلیل بھال کر سکیں مریض کا صحیح علاج کر سکیں اور صحیح جگہ پر اسے ریفر کر سکیں۔ رہی یہ بات کہ ہمارا جو بجٹ کا معاملہ ہے سوال یہ ہے کہ بجٹ میں cabinet میں یہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھتے رہے ہیں جیشیت پارلیمانی لیڈر کے بجٹ ہمارے ساتھ تھا یہی اور جو کچھ PSDP میں ہوا تو یہ جانب جعفر مندو خیل کی تجویز پر ہوا کہ ہم نے ڈیپارٹمنٹس کے لئے کچھ نہیں رکھے انہی کی تجویز پر سارا PSDP تاریخ میں پہلی بار یہ ارکین اسمبلی پر تقسیم ہوا۔ اب میں سوال کرتا ہوں کہ انہوں نے ڈیپارٹمنٹس کے لئے کتنے پیسے recommend کیے کہ بھی PSDP سے اتنے پیسے آپ ڈیپارٹمنٹس کے لئے رکھیں اتنے ایجوکیشن کے لئے رکھیں اتنے ہیلٹ کے لئے رکھیں اتنے ایگر یہ کچھ کر کے لئے رکھیں اتنے ارکیشن کے لئے رکھیں اتنے PHE کے لئے رکھیں۔ وہ کوئی محکمہ تھا جس کے لئے جانب جعفر خان مندو خیل نے تجویز دی۔ صرف ایک تجویز دی کہ جتنا بھی PSDP ہے وہ ارکین پارلیمان پر تقسیم کیا جائے۔ PSDP per head تقسیم کیا جائے۔ اگر یہاں پر کوئی short fall ہے تو بدستقی سے میرے خیال میں ذمہ دار وہ شخص ہوگا جس نے PSDP کو لوگوں کی سر پر تقسیم کیا۔ ماحول کو نہیں دیکھا۔ ضروریات کو نہیں دیکھا۔ ڈیپارٹمنٹس کو نہیں دیکھا۔ اس کی حالت کو نہیں دیکھا۔ تو میں کہون گا کہ اگر PSDP محکمہ خزانہ اور محکمہ پی اینڈ ڈی بنائیں اور وہ اس کام کو آگے لے جائیں تو ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ بھی بہتر ہو سکتا ہے اور ہیلتھ بھی۔ اس کے لئے ہم فنڈ بھی increase کر سکیں گے اپنی تجویز بھی دے سکیں گے۔ جہاں پر PSDP عوامی نمائندوں پر تقسیم ہو تو وہاں نہ ہیلتھ کے لئے کچھ رہ جائیگا ایجوکیشن

کیلئے نہ PHE کیلئے۔ میں گزارش کروں گا کہ یہ جو PSDP کا معاملہ ہے یہ پی ایڈڈی اور فناں کو چھوڑ دیں

یہاں کا معاملہ ہے پلانگ کریں۔ اسی کیلئے ڈیپارٹمنٹ بنے ہیں۔ Thank you very much

جناب سپیکر: تو اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کہ اس کو ہم بحث کیلئے منظور کریں نہ کریں آپ کی کیا

رائے ہے؟ یا اسکے لئے ووٹنگ کراوں؟ جی ہیلتھ منسٹر صاحب!

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں کہہ رہا ہوں کہ ہم ڈیپارٹمنٹ کو آگے لی جانے کا مکمل کام کرچکے ہیں۔ اگر کوئی تجویز وہ

مجھے دینا چاہتے ہیں پیش کر دیں۔ لیکن ایسی کوئی صورتحال نہیں ہے کہ ہم یہ سکیں کہ بھی حالت اس حد تک بگڑ جکی

ہے لہذا اسمبلی کی کارروائی کروں کہ صرف اس پر بحث کی جائے۔ Thank you very much

جناب سپیکر: جعفر صاحب! آپ مطمئن ہیں؟ زمرک صاحب! ایک منٹ سینٹر منسٹر صاحب بولنا چاہتے ہیں۔

مولانا عبدالواسع (سینٹر وزیر): جناب سپیکر صاحب! جعفر خان صاحب نے جو تحریک التوا پیش کی ہے وہ بھی

تو عوام کے مفاد اور ان کے دکھ درد کے حالات کو یہاں ایوان میں بیان کرنے کے لئے اور ہیلتھ کے حالات پر

ہیلتھ منسٹر صاحب نے تفصیلی روشنی ڈالی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ ہسپتالوں کا جو معاملہ ہے اور انکی

کارکردگی کے حوالے سے حکومت بلوچستان اس پر کام کر رہی ہے اور cabinet میں بھی دو تین دفعہ یہ معاملہ

زیر غور آیا ہے۔ اور چیف منسٹر صاحب نے اس پر سخت ایکشن بھی لیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کو مزید

بحث کے لیے منظور کر لیں تو بھی اس کیوضاحت نہیں ہو سکتی۔ لیکن صرف میں سمجھتا ہوں کہ ہیلتھ منسٹر، بھی بھی

جعفر خان صاحب کی یہ بہترین تجاویز پہلے بھی ان کے ارادے اور ان کی کارکردگی اس حوالے سے تھی، لیکن کچھ

مشکلات ہیں اور خدا نخواستہ اگر کوئی غفلت ہو۔ تو میں سمجھتا ہوں اس پر اتفاق کر کے دونوں کی آراء سامنے

آگئیں۔ تو ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہیلتھ اور ایجوکیشن ان دونوں میں جتنی بھی بہتری آسکتی آئی چاہیے۔ تو میں

سمجھتا ہوں کہ اس پر بحث ہو گئی ہے اس تحریک کو جناب سپیکر!

جناب سپیکر: زمرک خان! آپ بتائیں پھر جعفر خان صاحب سے پوچھتے ہیں۔

انجینئر زمرک خان (وزیر مال): بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب سپیکر صاحب! میں اس تحریک التوا کی حمایت

کرتا ہوں اور منسٹر صاحب کی کارکردگی سے ہم مطمئن ہیں یہ بات نہیں ہے۔ لیکن کچھ ایسی خامیاں ہیں۔ بہت

سے ڈاکٹر زہم یہ نہیں کہتے کہ کچھ ڈاکٹر زا بھی جو خدمت کے تحت کام کرتے ہیں، وہ بہت کم ہیں لیکن جو دولت کے

لیے کام کرتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ میں آپ کو اتنا باتوں جو ہمارے پرائیویٹ ہسپتالوں میں جو ہو رہے ہیں

اس کے لیے ہم نے کیا طریقہ کار بنانا ہے؟ کس طریقے سے ان کو چلانا ہے؟ ایسے ڈاکٹر زا بھی موجود ہیں جو

اپنے کلینک میں ایک دن میں ڈیڑھ سو مریض دیکھتے ہیں۔ اسلام آباد میں ہم نے ایک ڈاکٹر سے نمبر لیا، اس سے 15 دن پہلے نمبر لینا پڑتا ہے اور وہ صرف 10 مریض دیکھتا ہے۔ یہاں تو کاروبار شروع ہے۔ اور hospitals بھی اتنے ہیں جس طرح انہوں نے کہا کہ نواب صاحب کے گھر ہم جاتے ہوئے یا سیلٹ لائٹ ٹاؤن کو جاتے ہوئے آدھے گھنٹے میں ہم اس چھوٹے سے روڈ کو کراس نہیں کر سکتے اور hospitals کی یہ حالت ہے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ عید پر میں گاؤں گیا تھا مجھے ایک آدمی جو غریب ہے میرے گاؤں کا ہے اس کی ڈیلویری کیس تھا مجھے فون آیا کہ جی hospital میں ڈاکٹر موجود نہیں ہے اور مجھ سے سیم کمپلیکس میں 35 ہزار روپے فیس مانگ رہے ہیں میرے بس کی بات نہیں ہے میں بہت غریب آدمی ہوں میں کیا کروں کس طرح یہ دے دوں۔ پھر میں نے فون کیا کہ اپنے فنڈ سے اگر میرے پاس کچھ پڑا ہو میں دے دیتا ہوں۔ ایک کیس نہیں اس طرح کے ہزاروں کیسز ہیں غریب لوگوں کے لیے کام نہیں ہوتے۔ ہم لوگ تو مشینری کے لیے پیٹھے ہیں کہ جی ہمیں ایم آر آئی مشین دے دو، ہمیں ایکسرے مشین دے دو، ہمیں جو بڑی بڑی مشینیں ہیں وہ دے دو۔ ہمارے hospital میں جو مشینیں پڑی ہوئی ہیں ان سے ہم کتنا کام لیتے ہیں ان سے ایک غریب کو کتنا فائدہ پہنچتا ہے؟ ہمیں اس پر سوچنا چاہیے، یہ نہیں کہ ہم مشینری بھی لا میں ڈاکٹرز ہمارے پاس بہت ہیں۔ ہمارے سوں ہسپتال میں کتنے ڈاکٹرز ہیں؟ سب salary لیتے ہیں ڈیوٹی نہیں کرتے۔ ہماری جو صفائی کی حالت ہے 250 سوپر زسول ہسپتال میں کام کرتے ہیں وہاں صفائی کی حالت آپ دیکھ لیں۔ جب منشیر صاحب جاتے ہیں یا کوئی عملہ جاتا ہے یا کوئی انسپکشن کے لیے وزیر اعلیٰ صاحب جاتے ہیں یا ہم لوگ جاتے ہیں تو اس دوران کچھ صفائی نظر آتی ہے جب آپ نکل جاتے ہیں تو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس پر ہمیں توجہ دینی چاہیے۔ جو پرائیویٹ hospitals ہیں ان کا بھی کوئی طریقہ کارہونا چاہیے۔ کہ کس قانون کے تحت کس طریقے سے اور ان کی فیس کیا ہونی چاہیے؟ ڈاکٹر کو ایک دن میں کتنے مریضوں کو دیکھنا چاہیے۔ اور یہاڑی کی فیس کتنی ہونی چاہیے اور ہماری جو گورنمنٹ hospitals ہیں ان میں جن ڈاکٹرز کی ڈیوٹیز ہیں ان کو پابند کرنا چاہیے کہ وہ ڈیوٹی دے دیں اور لوگوں کی خدمت کریں خدمت کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے بغیر خدمت کے ہم یہ کام نہیں کر سکتے۔

جناب پسیکر: ٹھیک ہے۔ جی ٹھیک ہے۔ جی جعفر خان صاحب! ہیئتمنشراور پی ایئنڈ ڈی منشیر نے وہی بات کی ہے انہوں نے آپ کے موقف کی تائید کی ہے اور وہ اس پر کام کر رہے ہیں۔

نواب محمد سالم خان ریسیانی (قاںداریوان): جناب پسیکر صاحب!

جناب پسیکر: جی قاںداریوان! قاںداریوان بات کریں گے۔

قائد ایوان: جناب سپیکر! ابھی ڈاکٹر صاحبان کی اصلاح کے لیے ایک قانون بھی ہم نے پاس کر دیا۔ ہم نے cabinet میں بھی بہت سی rulings میں مولانا صاحب کو کہتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر صاحبان کی ہدایت کے لیے دعا کریں کہ اللدان کو ہدایت کرے۔

محترمہ نسرين رحن کھیتران (صوبائی وزیر): پونٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب سپیکر: ایک منٹ بی بی! میں ذرا سکو۔۔۔ جی جعفر خان صاحب! Shall I put it for voting? آپ مطمئن ہو گئے ہیں؟

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب سپیکر صاحب! میں نے ہیلائٹ منسٹر صاحب کے اوپر قطعاً تنقید نہیں کی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ جائز ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: حالانکہ میں یہ کہتا ہوں ابھی سب پونٹ آف آرڈر پر جعفر جارج صاحب اور دوسرے اٹھ کر بات کرنا چاہتے ہیں۔ زمر ک صاحب نے کی ہے۔ صادق صاحب نے بات کی ہے۔ اسی طرح سب criticize کرنا چاہتے ہیں۔ زمر ک صاحب نے کیا تجویز دینا چاہتے ہیں اس میں کوئی قباحت کی بات نہیں ہے۔ ممبران صاحبان اس کے اوپر اپنی رائے یا تجویز دینا چاہتے ہیں تو بہتر تجویز آ سکتی ہیں۔ چیف منسٹر صاحب نے خود سب سے اچھی تجویز دی ہے کہ ”ان کیلئے کوئی دعا کرے کہ خدا ان کو ہدایت کرے۔“

جناب سپیکر: احسان شاہ صاحب سینئر پارٹیمنٹرین ہیں ان سے رائے لیتے ہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسکو بحث کے لیے منظور کیا جائے تو بہتر تجویز آ سکتی ہیں۔

جناب سپیکر: جناب سپیکر!

جناب سپیکر: معزز ارکان آپ بیٹھیں، میں آتا ہوں۔ ایک طریقے سے چلنا ہے آپ اس طرح مت

Please let me conduct the House, this is not the way! آپ please

you are speaking, please .

وزیر صنعت و حرف: شکریہ جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں آپ کی بڑی مہربانی آپ نے جس عزت سے نوازا اور جناب! مجھے اس پر-----

جناب سپیکر: آپ را ہنمائی کریں کہ اس کو ہم کس طرح کریں۔

وزیر صنعت و حرف: سرمیری گزارش یہ ہے کہ اس میں خداخواست کوئی قباحت کی بات نہیں ہے کہ اگر اس پر بحث ہو جائے۔ چونکہ سارے ممبران کا تقریباً یہی نقطہ نظر ہے کہ اس پر بحث ہو جائے۔

جناب پسیکر: ٹھیک ہے۔ ok

وزیر صنعت و حرفت: تو اس سے ڈیپارٹمنٹ کو منستر صاحب کو اور ہم سب کو ایک guide line ملے گی۔ تو میرے خیال میں بحث ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جناب پسیکر: کیا تحریک التوانہ 2 کو دو گھنٹے کی بحث کے لیے منظور کیا جائے؟ Who are in favour, they may rise their hands. تحریک التوانہ 2 دو گھنٹے کی بحث کے لیے منظور ہوئی۔ 25 تاریخ کے اجلاس میں جعفر خان کی تحریک التوانہ 2 پر دو گھنٹے کی بحث ہوگی۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: شکریہ جناب پسیکر! میں ہاؤس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب پسیکر: مولانا عبدالواسع، انجینئر زمرک خان، سردار محمد اسلم بنجوا، حاجی عین اللہ شمس، میر محمد اصغر رندہ مسٹر جے پرکاش، محترمہ راحیلہ درانی صاحبہ، صوبائی وزراء، حاجی علی مدبٹک اور ڈاکٹر آغا عرفان کریم، رائے کین صوبائی اسمبلی۔ محکین میں سے کوئی ایک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 51 پیش کرے۔

مشترکہ قرارداد نمبر 51

مولانا عبدالواسع (سینئر وزیر): شکریہ جناب پسیکر! یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ صوبہ بلوچستان دُور دراز علاقوں پر مشتمل ایک غریب اور اپسماندہ ہونے کے باوجود پشمول بالخصوص پی۔ آئی۔ اے کے تمام تر سفری ذرائع آمد و رفت کا کرایہ ملک کے دیگر شہروں کے مقابلے میں دو گناہ زیادہ ہے۔ جس کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ کراچی، اسلام آباد کی مسافت 701 میل اور کراچی، کوئٹہ کا فاصلہ 370 میل ہے۔ جبکہ کراچی، اسلام آباد اور کراچی، کوئٹہ پی۔ آئی۔ اے کا کرایہ بالترتیب 7580 اور 9770 روپے ہے۔ اس طرح کراچی، اسلام آباد کا ریٹرن ٹکٹ کوئٹہ تا کراچی کے تقریباً یک طرفہ ٹکٹ کے برابر ہے۔ لہذا صوبہ کے عوامی مفادات کے پیش نظر کوئٹہ سے پی۔ آئی۔ اے کا کرایہ ملک کے دیگر شہروں کے کرایہ کے مساوی تعین کیا جائے۔

جناب پسیکر: قرارداد نمبر 51 پیش ہوئی۔ محکین میں سے کوئی اس پر بات کرنا چاہیں گے؟ سردار اسلام بنجوا صاحب۔ اسکے بعد پھر باری باری جو بھی بات کریں گے۔

سردار محمد اسلم بنجوا (وزیر آپاٹی و برقيات): قرارداد جو مولانا صاحب اور ساتھیوں نے پیش کی یہ بہت اہمیت کی حامل قرارداد ہے۔ اس میں جو detail ہم نے دی ہے جو فاصلے دیئے ہیں کہ جی کوئٹہ، کراچی کا فاصلہ کیا ہے اور کراچی، اسلام آباد کا فاصلہ کیا ہے۔ کوئٹہ، اسلام آباد کا فاصلہ یہ تقریباً 55 منٹ کی فلاٹیٹ ہوتی ہے۔

کراچی، کوئٹہ یا کوئٹہ، اسلام آباد کا جو کرایہ ہم لوگوں سے لیتے ہیں، ہم نہیں کہتے کہ پی آئی اے والے بلوچستان والوں پر رحم کریں ان کا کراچیم کریں۔ نہیں! جو اصول دوسرے علاقوں کے لیے ہے وہ کیوں بلوچستان کے لیے لاگو نہیں ہوتا؟ آیا پی آئی اے میں بلوچستان کا بہت بڑا حصہ ہے، بہت بڑی ہماری ملاذتیں ہیں۔ بہت بڑا ہم لوگوں کا کاروبار ہے؟ نہیں! ہم کہتے ہیں کہ پی آئی اے جو کرایہ دوسرے لوگوں سے لیتی ہے، دوسرے صوبوں کے، وہ بلوچستان والوں کا بھی حق ہے۔ اور یہ قرارداد آج سے چھ مہینے پہلے ہم لوگ لارہے تھے۔ تو پی آئی اے والوں نے ہم لوگوں سے رابطہ کیا کہ جی آپ لوگ ہمراں کر کے یہ قرارداد نہ لائیں ہم اس مسئلے کو حل کریں گے۔ چھ مہینے گزرنے کے باوجود نہ پی آئی اے کا کوئی ذمہ دار یہاں آیا، نہ انہوں نے اس موضوع پر بات کی۔ تو آج جب ہم یہ قرارداد پیش کر رہے تھے تو نواب صاحب ہمارے چیف منٹر صاحب نے کہا کہ جی ہم کراچی جا کر ان سے ملتے ہیں۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ بجائے ہم جائیں ملنے کے لئے، ان کا کوئی نمائندہ یہاں آجائے۔ وہ ہمیں مطمئن کرے کہ بھئی اس کی وجہ کیا ہے؟ آیا بلوچستان کا جو پہاڑی سلسلہ ہے یہاں پی آئی اے کا تیل بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے؟ یا یہاں کا runway خراب ہے؟ کچھ اس طرح کے مسئلے ہونگے جو انہوں نے کرایہ بڑھایا ہوا ہے؟ اور بلوچستان کے ساتھ دوسرے معاملوں میں تو نانصافیاں ہو رہی ہیں اُن میں پی آئی اے کا بھی بہت بڑا تھا ہے۔ اس لیے میں آپ کے توسط سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ پی آئی اے کے کوئی ذمہ دار آفیسر کو کم از کم یہاں بلائیں ہماری میٹنگ کرائیں، وہ ہمیں مطمئن کرے کہ بھائی بلوچستان والوں کا تصور کیا ہے۔ اور دوسری بات، جو کراچی سے کوئٹہ کے لئے پی آئی اے کی فلاٹ آتی ہے۔ میں خود کل وہاں سے چار بجے کی فلاٹ میں آ رہتا ہا۔ میراواپی کا نکٹ open تھامیں نکٹ ok کرنے کے لیے پی آئی اے کے ہیڈ آفس میں گیا۔ تو وہاں آپ یقین کریں کہ اتنی بڑی لائن لگی ہوئی تھی ایک آدمی کا ونڈر پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک گھنٹہ گزر گیا ہم لوگوں کی باری نہیں آئی تو کن ستم تھا آخ میں مجبور ہو کر وہاں سے نکل گیا جو انچارج تھامیں نے اُن سے کہا کہ بھائی کیا طریقہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ سرکیا طریقہ ہے ہمیں آدمی نہیں دیتے ہم مجبور ہیں بیٹھے ہیں۔ ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد میں اپنے ڈرائیور کو بھاکر خود چلا گیا، ایک دو گھنٹے کے بعد جا کے نکٹ ok ہو گیا۔ جب فلاٹ آ رہی تھی تو انہوں نے لوگوں کو چائے کے ساتھ کیک دیا۔ خیر میں نے نہیں کھایا جو ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس نے کھایا اور کہا اس سے مُآرہی ہے۔ ائیر ہوسٹ کو بلا یا کہ بھائی یہ جو آپ نے کیک دیا ہے اس میں کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ جی یہ تین چار دن کا پرانا ہے۔ ہم نے کہا جو آپ کا پرانا مال ہے کیا وہ کوئٹہ بلوچستان والوں کے لیے استعمال کرتے ہیں؟ جناب! میں کس کس چیز کے متعلق آپ سے گزارش کروں ہر طرف سے

زیادتی ہورہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ مہربانی کر کے ان کو بلا میں یا اس مسئلے کو حل کریں۔ کیونکہ ہمارے بلوچستان کے لوگ کوئی فلاتٹ میں دوجہ زیادہ جاتے ہیں کراچی اور اسلام آباد کوئی بیمار کاروبار کے لحاظ سے کوئی اپنی تعلیم ہر حوالے سے ہم لوگوں کا جانا کراچی ہوتا ہے یا کوئی officially کام سے اسلام آباد جاتا ہے تو انکا کرایہ ایک غریب آدمی، ایک اسٹوڈنٹ اور ایک بیمار کے لیے ناممکن ہو گیا ہے۔ بڑی مہربانی۔

جناب پیکر: راحیلہ درانی صاحب! سب کو باری ملے گی۔

محترمہ راحیلہ درانی (وزیر پرائیسکیوشن ڈپارٹمنٹ): تھیک یو جناب پیکر صاحب!

جناب پیکر: سب کو باری ملے گی۔ جب تک سارے بات نہیں کریں گے اجلاس چلتا ہے گا مطمئن رہیں۔

وزیر پرائیسکیوشن ڈپارٹمنٹ: آپ کاشکریہ کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ یہ قرارداد پہلے بھی میرے خیال میں پیش ہو چکی تھی اس پر سیر حاصل بحث بھی ہوئی تھی۔ جیسے کہ بزرگ صاحب نے کہا کہ ہم نے اس پر بے انتہا تجویدی تھیں۔ لیکن وہ ایسی بات ہوئی کہ اس پر کوئی عمل نہیں ہوا۔ جب بھی ہم کوئی قرارداد اسمبلی میں پیش کرتے ہیں تو ادھر سے ٹیلیفون آ جاتا ہے کہ جی ہم بات کریں گے اُس کے بعد آگے کوئی step نہیں اٹھایا جاتا۔ پیکر صاحب! میں آپ کے قو سط سے ایوان کو بتانا چاہتی ہوں کہ آج سے چند سال پہلے بھی یہاں پر مختلف ائیر لائنز Bohja کے نام سے Air Blue کے نام سے Shaheen connect کرتی تھیں۔ لیکن بلوچستان میں میرے خیال میں آدھا سال بھی نہیں چل سکیں اور ان کا رابطہ پھر ختم کر دیا گیا۔ ایک تو میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ پی آئی اے کے علاوہ دوسری ائیر لائنز بھی اس طرف آئیں تاکہ ہمارا یہ رونا ہی ختم ہو جائے کہ ہم پی آئی اے کو کہہ کر تھک گئے۔ لگتا ہے کہ پی آئی اے کا سارا خسارہ وہ بلوچستان روٹ پر نظر آتا ہے۔ پچھلے دنوں میں لاہور سے آرہی تھی یقین کریں صبح 8 بجے سے چار گھنٹے تک ہم بیٹھے رہے پھر ہمیں کہا گیا کہ جی کوئی کے لیے جہاز ہی نہیں ہے۔ جب چار گھنٹے کے بعد جہاز آیا تو وہ جہاز بھی ایسا جہاز تھا کہ اس کے سفر سے ڈرگتا تھا کہ ہم کوئی پہنچ بھی جائیں گے یا نہیں۔ تو یہ صورتحال زیادہ تر بلوچستان کی روٹ پر لوگوں کے ساتھ پیش ہو رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ late ہونا تو ایک عام سی بات ہو گئی ہے۔ اگر ہم نے کسی میلنگ میں کہیں پر جانا ہوتا ہے تو وہاں پر جہاز اگر ہم نے اپنا estimate لگایا ہوتا ہے تو وہ جہاز یہاں کوئی سے چلتا ہے بے انتہا late ہوتا ہے جن لوگوں نے وقت پر پہنچنا ہوتا ہے کسی کے ویزے کا مسئلہ ہوتا ہے تو وہ جہاز convert ہو کے کہیں سے کہیں چلا جاتا ہے۔ اور لوگ بہت خوار ہوتے ہیں۔ اور کرایے کے حوالے سے جو ہماری قرارداد اسوقت آئی ہے پوری دنیا میں packages دیئے جاتے ہیں۔

winter package دیا جاتا ہے کہ اس پر جی ہم ان کرایوں کو summer package کم کر رہے ہیں۔ ابھی بھی میں سمجھتی ہوں کہ جو 17580 اس قرارداد میں لکھا ہے اس سے بھی کم پر آپ کراچی سے اسلام آباد میں انہوں نے بے انتہاء classes کر دی ہیں کہ A-class, B-class, G-class, K-class, Y-class, M-class, upper class بتائی گئی ہے۔ میرے نوٹس کے مطابق 5000 میں بھی آپ کراچی سے اسلام آباد تک سفر کر سکتے ہیں۔ تو یہ ایک انتہائی عجیب بات ہے کہ جہاز کراچی سے کوئئے سینٹر میں آتا ہے اور یہاں رکتا ہے اور اس کے بعد وہی جہاز مسافروں کو اسلام آباد لے جاتا ہے۔ یعنی وہ half کرایہ میں اسلام آباد پہنچ جاتے ہیں اور ہم دس ہزار میں اسلام آباد یا کراچی پہنچتے ہیں۔ پڑول تو سارے ملک کے لیے مہنگا ہو گیا ہے اس سے تو فوراً کرایہ بڑھ جاتے ہیں۔ تو یہ ایک ایسی نا انصافی ہے جس کو address کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت میں ممبر ہوں، میں منظر ہوں ہمارے ساتھی منظر ہیں وہ اگر یہ قرارداداً رہے میں اس سے اندازہ کریں کہ عام پیک کس طرح سفر کرتی ہے۔ وہ afford ہی نہیں کر سکتی۔ ایک جہاز آتا ہے اگر یہ جہاز miss ہو گیا تو نہ ہم کسی کی موت attend کر سکتے ہیں نہ ہم کسی کی شادی میں جاسکتے ہیں نہ ہم کسی کی عیادت کے لیے جاسکتے ہیں نہ ہم اپنے کسی سرکاری یا غیر سرکاری اہم کام کے لیے جاسکتے ہیں۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ قرارداد بہت اہم نوعیت کی ہے۔ اسی طرح ہمارے interior میں ہمارے جہاز جیسے خضدار میں ایئر پورٹ ہے ثوب میں ہے اس کے لیے بھی انہوں نے وعدہ کیا کہ جی ہم شروع کریں گے۔ last قرارداد آپ کی اسمبلی میں پیش ہوئی تھی۔ لیکن آج تک اس پر بھی عملدرآمد نہیں ہوا۔ اور ہم by train یا by road سفر پر مجبور ہیں۔ تو یہ ایسی چیزیں ہیں جو میں سمجھتی ہوں کہ ان کو address اس قرارداد کے through کیا گیا ہے۔ باقی جو باقی سردار صاحب نے کھانے کے حوالے سے کہیں یہ تو بہت ہی minor ہیں۔ آپ یقین کریں میں بچھلے سال جہاز میں اسلام آباد سے کوئی آرہی تھی تو جہاز نے کافی گڑ بڑ شروع کر دی، درمیان میں ہم پریشان تھے کہ کیا ہے۔ جہاز کوئی پہنچ کر ایئر پورٹ پر اترے۔ اور دوبارہ کراچی کے لیے پرواز کی تو واپس تنخ آیا اور ground ہو گیا اور ایک مہینے تک یہاں کھڑا رہا۔ تو ایسا جہاز جس میں اتنے لوگ قیمتی جانیں سوار ہوتی ہے کوئی کے روٹ بلوچستان کے روٹ پر چلا جاتا ہے۔ تو کیا انہیں ہماری جانوں کا کوئی احساس نہیں ہیں؟ میں کراچی سے اسلام آباد جارہی تھی جہاز میں بیٹھی تو میں حیران رہ گئی کہ اس کی inner decoration اتنی بہترین تھی اور جہاز کا پتا بھی نہیں چلا کہ ہم اسلام آباد پہنچ گئے۔ تو میرے خیال میں یہ تمام مسائل کو address کرنا چاہیے۔ نئے نئے packages آتے ہیں۔

summer میں کرایے بے انہا کم کر دیتے ہیں۔ اسٹوڈنٹس کے لیے کم کر دیا جاتا ہے صحافیوں کے لیے کم کر دیا جاتا ہے مبران کے لیے کم کر دیا جاتا ہے۔

M . Speaker: Thank you Rahila. Thank you Rahila .

وزیر پراسکیوشن ڈیپارٹمنٹ: لیکن اس طرح کی کوئی بھی facility پی آئی اے نہیں دے رہی۔ اور اسمبلی میں آخری ایک suggestion درینا چاہتی ہوں، جو ہمارے ملازمین ہیں اس میں بھی بلوجستان کے حوالے سے بڑی زیادتی کی جاتی ہے، چاہے وہ بیرونی ملک میں ہوں چاہے وہ بلوجستان میں ہوں، بڑی کم تعداد میں ہیں۔ تو میں تجھتی ہوں کہ ان تمام کے لیے قرارداد بہت ہی اہمیت کی حامل ہے اسے فوری طور پر منظور کیا جائے۔

جناب پسیکر: عاصم صاحب! صادق عمرانی سے میں نے کہا تھا پھر آپ۔ سب بات کریں گے ظاہر ہے بیک وقت سب تو نہیں بولیں گے، لیکن بولیں گے سب۔ میں آپ کے ساتھ بیٹھا ہوں جب تک تمام نہیں بولیں گے اجلاس چلتا رہے گا۔

میر محمد صادق عمرانی (وزیر مواصلات و تعمیرات): شکریہ پسیکر صاحب! کہ آپ نے اس قرارداد پر مجھے بولنے کا موقع دیا جو قرارداد ہمارے دوستوں نے پیش کی ہے۔ میری ایک تجویز ہے کہ اسے مشترکہ قرارداد کہا جائے تو بہتر ہے، مشترکہ ایوان کی قرارداد ہے جس میں تمام پارٹیوں کے ساتھی، اس سلسلے میں قرارداد آئی ہے، تو میں اس میں ایک چیز کا اضافہ بھی کر دوں۔ جناب پسیکر! کیونکہ یہاں کے لوگوں کو جو اسلام آباد میں ہوتے ہیں یا کراچی میں میری ایک تجویز ہے کہ اس قرارداد میں یہ بھی شامل کیا جائے کہ اسلام آباد سے night coach کراچی کو جاتی ہے وہ via کوئٹہ سے بھی جائے۔ تاکہ لوگوں کو جو سارا دن یہاں کام کر کے شام کو یارات کو کراچی چلے جائیں۔ اور کراچی سے، یہاں کے لوگ وہاں ہوتے ہیں night کو سیدھا اپنے گھر آ جائیں یہ سہولت بھی ہوئی چاہیے۔ اس سلسلے میں میری ایک تجویز ہے جیسے کہ پی آئی اے میں ایک تو ہمارے بلوجستان کے لوگوں کی نمائندگی بھی نہ ہونے کے برابر ہے اس پر بھی ہمیں بات کرنی چاہیے۔ ساتھ ہی میری یہ تجویز ہے جناب پسیکر! آپ اس قرارداد کو متفقہ قرارداد قرار دے کر M.D پی آئی اے کو یہاں طلب کریں بہت سے مسائل ہیں تاکہ ہمارے جتنے بھی معزز رکن ہیں، پارلیمانی گروپس ہیں وہ ان پر گھل کر بات کر سکیں۔ اس سلسلے میں میری یہی گزارشات ہیں۔

جناب پسیکر: زمرک خان! آپ کو پہلے بھی میں نے موقع دیا تھا، عاصم کردار کو میں موقع دوں پھر آپ کو بھی دوں گا۔ چلیں زمرک صاحب! آپ بات کر لیں۔

انجینئر زمرک خان (وزیر مال): جی وہ بات کریں پھر میں بات کروں گا۔

جناب سپیکر: آپ بات کر لیں۔

وزیر مال: میں بات کروں گا کوئی ایسی بات نہیں ہے لیکن میں دوسرا نمبر پر جیسے آپ نے کہا کہ آپ کو موقع دیتا ہوں کوئی ایسی بات نہیں ہے وہ بھی میرا دوست ہے وہ تو وہاں پر مصروف ہیں۔ سپیکر صاحب! صرف دو منٹ میں آپ کو ایک تجویز دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی بولیں آپ۔

وزیر مال: جناب سپیکر! پانچ، چھ مہینے پہلے جو اجلاس ہوا تھا اس میں بھی پرانٹ آف آرڈر پر میں نے یہ point اٹھایا تھا، پھر بھی اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ Air Blue کو چلانا چاہئے۔ کیوں انہوں نے کو بند کر دیا ہے Shaheen Airline کو کیوں بند کر دیا، اس لئے کہ اس کو نقصان ہو رہا تھا۔ پی آئی اے بھی اپنے کرایے اس لئے بڑھاتی ہے کہ اس کو نقصان ہو رہا ہے۔ اور جتنا بھی نقصان ہوتا ہے وہ لوگ بلوجستان کے عوام سے نکال لیتے ہیں۔ اور بلوجستان کے عوام اتنے مظلوم، اتنے غریب اور لاچار ہیں کہ جدھر بھی نقصان ہوتا ہے وہ بلوجستان ہی کو target کرتے ہیں۔ تو سب سے پہلے ان کو چلانا چاہیے اور دوسرا پی آئی کو بتانا چاہیے کہ 701 میل کا لکٹ 7580 روپے اور 370 میل کا لکٹ 9770 روپے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سارے بیٹھے ہوئے ہیں ہمیں ایک فیصلہ کرنا چاہیے اگر اس قرارداد پر چار پانچ دن میں عملدرآمد ہو تو ٹھیک ہے نہیں تو میں چیف منستر سے بھی request کروں گا ان تمام سے بھی request کروں گا کہ احتجاجاً ہم ایک دو دن کیلئے اپنا ایر پورٹ بند رکھیں اور پی آئی اے کی جتنی بھی فلاٹس ہیں ان کو کینسل کر لیں۔ اور ان کو بتا دیں کہ ہم لوگوں میں بھی power ہے اسے بھی ہے ہم یہاں جو بات کرتے ہیں ان کا کوئی اثر ہے۔ ہمیں یہ ایئر پورٹ نہیں چاہیے یہ پی آئی اے کو نہ چلا کیں ہم ٹرین اور بسوں میں سفر کرتے ہیں۔ گورنمنٹ کو بھی بتا دیں وفاق کو بتا دیں کہ اس کو بند کر لے۔ سردار صاحب کیسے؟ ٹھیک ہے کہ نہیں؟ تو یہ میں تجویز دیتا ہوں باقی ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: ہو گیا۔ جی مولا ناباری صاحب!

مولانا سید عبدالباری آغا (وزیر پیک ہیلتھ انجینئر مگ): لسم اللہ الرَّحْمٰن الرَّحِيم۔ جناب سپیکر! جو قرارداد پیش کی گئی ہے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ نے بھی سفر کیا ہے اور ہم نے بھی، جیسے یہاں ایوان میں سُن رہے ہیں کہ غریبوں کیلئے بڑا مسئلہ ہے۔ اور ہر وقت ہم یہاں اسمبلی میں غریبوں کا نام سن کر کے تھک گئے ہیں۔

نہ غریبوں کو ہم آباد کر سکنے پی آئی اے والے اپنی عادتوں سے باز آگئے۔ لیکن والے بیچارے ہم تو ادھر سے
قرارداد پاس کر کے -----

جناب سپیکر: سردار اسلام صاحب! صادق صاحب!

وزیر پبلک ہیلٹھ انجینئرنگ: تو جناب سپیکر! پی آئی اے کا جوانانداز ہے اور اس کی جو سفری رفتار ہے اور سفر کی
سہولتیں ہیں اور ایئر پورٹ، ہمارے ایئر پورٹ سے کن کن طاقتلوں کو فائدہ ہوا ہے یعنی پاکستان کے ایئر پورٹ
سے کتنے دوسرے مسلمان ممالک پر مسلمانوں پر بمب اری ہوئی ہے، کتنا تسلیم بخشندا ہے؟ اگر وہ اپنے آقا امریکہ پر
مہربانی کر کے ہمارے بجٹ میں ڈالتی ہے کہ ہمارے بجٹ میں کمی ہے یا کسی کمیشن کے حساب میں نوکری دیتی
ہے، پھر یہ مسافر حضرات سے پورا کر دیتی ہے۔ جناب سپیکر! جہاں تک میں دوسرے ممالک میں گیا ہوں، وہاں
کوئی ایئر لائن کا قبضہ نہیں۔ ہندوستان میں جو ہمارے ملک والے یا ہم سب اُس کو دشمن ملک سمجھتے ہیں، میں
روزوں میں نیو ہلی گیا تھا وہاں بتا رہے تھے کہ کوئی دوسرا پرائیویٹ ایئر لائنز ہیں ایئر پورٹ پر آپ کو ٹکٹ ملے گا
اور نیو ہلی سے سعودی تک پندرہ ہزار روپیہ ان کا ٹکٹ ہے۔ اور ہماری پی آئی اے والے خاص کرج کے موقع پر
حاجی صاحبان کی جس انداز سے دل آزاری کرتے ہیں اور اپنا شیدول بھی ضائع کرتے ہیں۔ جدہ تک اُس کا
ٹکٹ ساٹھ، ستر ہزار ہے۔ اور کافی دفعہ میں نے ایئر پورٹ پر منتظر اور سیکرٹری صاحبان کو جو ذمہ دار لوگ ہیں،
میٹنگ کیلئے اسلام آباد یا لاہور جاتے ہیں ہمارے شاف کا ٹکٹ وی آئی پی لاونچ یا دوسرے لاونچ کا ہوتا ہے تو
اُن کے ٹکٹ کینسل کر کے دوسرے حضرات کو جو سرما یہ دار یا سرما یہ کار ہیں اُن پر پیچ دیتے ہیں۔ وہ ہمارے منظر
صاحبان کو کسی حساب میں شمار نہیں کرتے۔ اسکے علاوہ جو ان کی سرو سز ہیں، نہ وہاں پانی کا انتظام ہے نہ کھانے کا
کوئی انتظام نہیں ہے اور جو میک آپ زدہ خواتین آتی ہیں اُن کے خرے جب ہم دیکھتے ہیں تو اُس سے ظاہر ہے کہ
کہ ان کی تہذیب مغرب کی ہے ہمارے پاکستانی اور مسلمانوں کی نہیں ہے تو جناب سپیکر! ان کے کرایے کے
حوالے سے جیسے یہاں میڈم صاحبہ بتا ہی تھیں مجھے یاد پڑتا ہے کہ ژوب اور دوسرے جو ہمارے خاص خاص
ڈویژن ہیں ان تک سرو شروع ہو گئی تھی۔ تو انہوں نے یہ عذر یہ عذر پیش کیا تھا کہ ہم نے اس وجہ سے
cancel کیا ہے کہ مسافر نہیں ہیں۔ اب مسافر آپ کی ایئر لائن پر اس وجہ سے نہیں بیٹھتے کہ تمہارے جو کرایے
ہیں وہ آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! پی آئی اے کا جو جزل نیجر ہے، جس طرح دوستوں نے
تجاویز دی تھیں کہ اُن سے بات کریں۔ میں سمجھتا ہوں کسی فال تو آدمی سے کسی بے اختیار آدمی سے بات ہی نہ
کریں۔ اگر ہم بات کریں گے تو Defence مکمل ہے اُس کے ذمہ دار کو بلا کر کے اُن کے ساتھ ہمارا جو کرایے

کاریٹ fix کریں۔ اور کم از کم ان منظرز اور سکریٹریز کا اپنا ایک اعزاز ہے ان کو اللہ نے منزلت دی ہے ایک رتبہ دیا ہے تو اُس رتبے کی بھی خاطر کریں۔ ہم میں یہ نہیں ہے کہ بابا ہم نے وہ آئی پی کلچر کو ختم کیا ہے۔ جو عالم لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے وہ یہ باتیں کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں تو یہ آیا ہے (عربی) کہ ”جتنا انسان کا رتبہ ہوتا ہے جیسے نواب، سردار، مولوی، منستر، سکریٹری اور پیش امام۔ جس کو اللہ نے ایک رتبہ دیا ہے تو اُس رتبے کے مطابق“۔ اور دوسری گزارش جناب پیکر صاحب! بحیثیت مسلمان قوم یہاں پر ہماری جو ریل کا سسٹم ہے وہ برطانیہ کا پرانا سسٹم ہے۔ با تھر روم کا وہی پرانا نظام ہے۔ ہم دہلی گئے تھے دشمن ملک میں ہم نے دیکھا دشمنوں نے ہمارے ساتھ ایسا ناجائز رویہ نہیں کیا جس طرح ہماری ریلوے والے ہماری پی آئی اے والے وہ ہمارے ذمہ دار لوگوں کی ساتھ کر رہے ہیں عین موقع پران کے لکھنؤں کی پیچ کر کیجیے دیتے ہیں۔ پرانا سسٹم ہے۔ نماز کے ٹائم پر جناب پیکر! میں آپ کی توجہ دلار ہا ہوں۔ یہاں پر ہماری ریل جب چلتی ہے کو پور کے راستے سے یادھر سے جاتی ہیں۔ ایک تو ہماری ریل اور ہماری ٹرانسپورٹیشن غیر محفوظ ہیں۔ ہم کابل گئے تھے جلال آباد تک، اُس کی جو (آریانہ) ائیر لائن والے تھے عین موقع پر لکٹھ دیتے تھے عام لوگوں کو دیتے تھے۔ جنگ زدہ ملک ہے پوری دنیا افغانستان میں لڑ رہی ہے۔ ابھی پاکستان کو کیا ہو گیا ہے کشمیر اس کے گلے میں پڑ گیا ہے نہ یہ جیت سکتا ہے نہ وہ۔ تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جو خرے ہیں جزل نیجر صاحب پی آئی اے میں کر رہے ہیں، QESCO والے بھی ایسے ہیں، گیس کمپنی والے بھی ایسے ہیں ان کے جتنے نمائندے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں سارے بیکار لوگ ہیں۔ میرا یہ مشورہ ہے جناب پیکر! کہ جتنے وفاق کے ادارے ہیں اُن کے با اختیار لوگوں سے بلوچستان کے بارے میں clear بات کریں، ہر چیز کو fix کریں۔ گیس کمپنی کا کوئی پانچ سو فٹ جناب پیکر! اگر آپ اسے ملک کیلئے منظور کریں اپنے چیبر کیلئے تو اس کا Letter ہیڈ آفس کراچی جاتا ہے۔ پی آئی اے کا بھی یہی حال ہے یہاں جو بیٹھے ہیں بالکل بے اختیار لوگ ہیں۔ تو اس وجہ سے نماز کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ میں ہندوؤں کے ملک میں گیا ہوں جناب پیکر! جب افطاری کا ٹائم آیا مغرب کا ٹائم ہو گیا فوراً ریل کو کھڑا کر دیا۔ حالانکہ ہم نمازی مسلمان دو تین تھے۔ ہندوستان غریب ملک اور اتنی بڑی آبادی پر مشتمل، وہاں پر ایک اچھا انتظام ہے آپ کے پاس یہ انتظام کیوں نہیں ہے؟ کیوں آپ کے سربراہوں نے اس بارے میں نہیں سوچا؟ نہ نماز کا کوئی ٹائم ہوتا ہے کہ اب مغرب کا وقت ہو گیا ہے ریل کو کھڑا کر دیں۔ نہ آپ کی دوسری ٹرانسپورٹیشن میں نماز کیلئے کوئی شیدول ہے۔ اور آپ کی سفری سہولتیں اور آپ کے ائیر پورٹس وغیرہ سارے دوسرے ممالک سے آپ اُن پر زیادہ مہربان ہیں اپنے عوام پر کیوں نہیں ہیں تو اس وجہ سے عوام کیا کریں گے ملک کے خلاف بغاوت کریں گے۔ تو جناب پیکر! میں

یہ سمجھتا ہوں کہ علماء کا قتل عام ہو رہا ہے لگوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ ہمارے سیاستدانوں کی بے عزتی ہو رہی ہے۔ تو لوگوں کو اس چیز پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ ملک کے خلاف بغاوت کریں۔

جناب سپیکر: تھینک یو۔ جان علی چنگیزی صاحب!

جناب جان علی چنگیزی (وزیر کوئٹی انجمن کیشن): جو مشترکہ قرارداد پاکستان اٹریشنل ائر لائنز کے کراپوں کے حوالے سے پیش کی گئی میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! اخبارات میں خبریں چلتی ہیں کہ پی آئی اے کا جوادار ہے، خسارے میں جا رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ خسارے کو ہم نے کس طرح کم کرنا ہے؟ جناب عالی! اس وقت جو مسئلہ ہے، جیسے بتایا گیا ہے کہ روزانہ کوئٹہ کیلئے ایک پرواز ہے۔ کبھی کبھار وہ بھی نہیں ہوتی۔ جناب! جہاں تک commercialism کا تعلق ہے، وہ اس طرح کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں آپ کسی چیز کی جو سپلائی ہے اُسے زیادہ کریں، اُس پر جو فائدہ ہے اُسے کم کر دیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اُسے استعمال میں لاسکیں اُسے خرید سکیں۔ جناب عالی! اسوقت پی آئی اے میں مسافروں کی جوزیا دہ تر تعداد ہے وہ پیور و کریٹس یا وزراء کی ہے۔ ابھی چونکہ ان کا خرچ حکومت برداشت کرتی ہے۔ لہذا یہ اپنے کام کے سلسلے میں اسلام آباد وغیرہ جاتے رہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ جوادار ہے یہ عموم کیلئے ہے یا انہیں؟ جناب عالی! اسوقت جو ہم کراپوں کی بات کر رہے ہیں اگر اس کو کم کر دیں، مجھے یقین ہے کہ آپ کے جو مسافر ہیں ان کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔ تو سیدھا سافار مولا یہ ہے آپ کا جو عمل ہے پی آئی اے کا جو شاف ہے ان کو جو تخلوہ ملتی ہے، اگر روزانہ ایک پرواز بھی چلے ان کو وہی تخلوہ ملتی ہے، دس پروازیں بھی چلیں تب بھی ان کو وہی تخلوہ ملتی ہے۔ تو عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ جائے ہم اس کے کراپوں میں اضافہ کریں بلکہ اگر ہم پرواز کی تعداد میں اضافہ کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ یہ پہلا نکتہ۔ دوسرا نکتہ یہ ہے جناب عالی! اس سے پہلے کوئٹہ سے مسقط کے لئے پروازیں چلتی تھیں۔ ایران کیلئے ہماری پروازیں چلتی تھیں۔ ہمارے بہت سے زائرین ایسے ہیں وہ ڈائریکٹ وہاں جانا چاہتے ہیں۔ اب یہ لوگ کیا کرتے ہیں جناب عالی! جس طرح مولانا صاحب نے فرمایا کہ اگر انڈیا میں یہ سہوٹیں موجود ہیں تو ہم کیوں یہ چیزیں نہیں کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کسی European ملک کی مثال نہیں دی کہ اُس کے پاس اتنی ائر لائنز ہیں۔ یا تو سیدھا طریقہ یہ ہے کہ اگر پی آئی اے کے پاس اتنی پروازیں نہیں ہیں تو ضروری نہیں کہ ہم یہ تمام بوجھ پی آئی اے پڑاں دیں۔ ہم اس سے یہ گزارش کریں گے جو باقی پروازیں ہیں بوجھا ہے، شاہین ہے، ائر بلیو ہے۔ جناب سپیکر! ان کی پروازیں جب کوئٹہ کی سر زمین کو استعمال کریں گی تو اس سے بھی پی آئی اے کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہاں ان کو بھی وہ کرایہ pay کرتے ہیں۔ لہذا میری اس ایوان کے توسط سے آپکے توسط سے

گزارش ہے کہ پی آئی اے اپنے کرایوں میں کمی کرنے پروازوں میں اضافہ کرے۔ اور جہاز کے اندر جو اس کی سہولتیں ہیں وہ انتہائی ناقص ہیں روز بروز اس کا معیار گرتا جا رہا ہے۔ اگر یہ لوگ صحیح کھانا فراہم نہیں کر سکتے ہیں، میری یہی گزارش ہے کہ آپ کھانا ہی نہ دیں جو ہم سے لکٹ وصول کرتے ہیں اس سے شاید ہمیں وہ ایک دو بسکٹ دے دیتے ہیں اگر وہ بھی نہ دیں، کم سے کم جو مسافر ہیں جن کی ایک گھنٹے کی پرواز ہے شاید ان سے بہتر انتظام کریں۔ آپ کا بہت بہت شکر یہ۔

جناب سپیکر: جعفر خان صاحب!

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب سپیکر! شکر یہ۔ یہ قرداد جو ہماری تقریباً مشترکہ قرداد ہے ہاؤس کے تمام نمائندے اس میں موجود ہیں یہ واقعی اہمیت کی حامل ہے۔ اس وقت آپ اگر کسی بھی function کو attend کرنے جائیں تو بچوں کو ساتھ لے جائیں گے دولاکھ روپے بس اس میں جاتے ہیں جبکہ جانا پڑتا ہے کبھی کسی کی موت پے جانا پڑتا ہے کسی کی شادی پے انہوں نے جو detail دی ہے specially مولانا باری صاحب نے تو کافی تفصیل سے اس کے اوپر وشنی ڈالی اور محترمہ راحیلہ درانی صاحب نے سب نے کافی تفصیل اس کے اوپر بیان کی ہے۔ واقعی پی آئی اے اگر اربوں روپے کا نقصان کر رہی ہے اُس کو ایک کوئی سے recover کرنا میں سمجھتا ہوں زیادتی ہے یا ایک بلوچستان سے passenger کا نومی کلاس کا کرایہ فی میل دس روپے اسی پیسے گیا رہ روپے آپ سمجھ لیں اور کوئی سے اسلام آباد یا کراچی تک چھیس روپے چالیس پیسے فی میل کرایہ ہے۔ تو اتنی بڑی difference ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لوگوں کے اوپر اس صوبے کے عوام کے اوپر بوجھ ہے۔ ہم پیسے والے لوگ ہیں لیکن ہم لوگوں کیلئے بھی برداشت کرنا مشکل ہے۔ غریب اور متوسط طبقے کے تو بس سے ہی باہر ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ بلوچستان کے ساتھ اقیازی سلوک ہے۔ جو ہم نے پرانکٹ آؤٹ کیا ہے اس میں دوسری بات یہ ہے۔ انہوں نے routes off چلانی ہوئی ہیں مکران کیلئے چلانی ہوئی ہے یہ ادھر شیڈول پر برابر نہیں تھا۔ میں خود تربت جاتا رہا ہوں لیا ری میں مجھے لکٹ مل جاتا تھا پی آئی اے آفس میں نہیں ملتا تھا۔ انکی درستگی کی جائے۔ ٹووب روٹ ۱1/۹ سے پہلے سر! ہفتے میں سات فلاٹس ہوتی تھیں۔ تین دن کراچی، پشاور sorry اسلام آباد۔ پشاور اور ٹووب اور ملتان تک۔ پھر چار دن کوئی تک وہی آتی تھیں۔ تو یہ ایک پورا روٹ دو صوبوں کے درمیان contact تھا۔ اب انہوں نے دوبارہ شروع کی ہے اس پر ہمیں ان کا شکر یہ ادا کرنا چاہئے۔ لیکن ہفتے میں ایک فلاٹ ہے۔ سر! ایک فلاٹ میں مسافر کس چیز کے اوپر depend کر لیں۔ یعنی

اگر آپ کو اس روٹ سے ثوب سے اسلام آباد جانا ہوگا۔ You have to wait اگلے ہفتے تک انتظار کرنا ہوگا۔ کام ایک دن کا ہوگا اگلے ہفتے تک آپ کو واپس آنے کیلئے انتظار کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں یہ بھی ایک امتیازی سلوک ہے۔ اُن رُوٹ کے اوپر proper فلاٹس چلائی جائیں۔ کم از کم ہفتے میں تین تو چالائیں تاکہ آدمی اگر ایک دن جاتا ہے ایک دن پھر آجائے پھر بھی ٹھیک ہے۔ اور اس سلسلے میں اس قرارداد کی میں حمایت کرتا ہوں کہ اسے منظور کی جائے تاکہ اُس کے اوپر اسمبلی کا ایک pressure آئے۔ اور میری چیف مسٹر صاحب سے یہ request ہے کہ گورنمنٹ لیوں پر تمام مسئلے این ایف سی ایوارڈ وغیرہ سب میں انہوں نے کافی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس چیز کو بھی up take کیا جائے at the level of فانس مسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں تو اُنکے سامنے بولوں کہ اسلام آباد کے ساتھ اس مسئلے کو بھی up take کیا جائے اگر پی آئی اے کے losses اصراف ہمارے کرایے سے پورے ہو سکتے ہیں تو ہم چلو بقايا اس سے بھی double کر لیتے ہیں لیکن یہ ناممکن ہے۔ اُنکے losses اپرے نہیں ہونگے۔ لازماً ہم لوگوں کیلئے مصیبت بنی ہوئی ہے۔ دوسرا آپ اپنے آفس میں جیسے پہلے بھی مختلف محکمے والوں کو بلا تر رہے اور ان کو تنبیہ کرتے رہے۔ کچھ سینئر ممبرز کو بلا کر کے پی آئی اے والوں کو ادھر بلا جائے اُن سے وضاحت طلب کریں کہ کیا وجہ ہے What is the difference between it? ایک تو پرائیویٹ ائیر لائنز کو آپ اجازت نہیں دے رہے ہیں یا پرائیویٹ ائیر لائنز کو اتنا discourage کر دیا ہے کہ انہوں نے اس روٹ پر اپنی فلاٹس چلانا بند کر دی ہیں۔ کرایے آپ نے اتنے بڑھادیئے ہیں کہ لوگوں کے بس میں نہیں ہے These are my suggestions اور اس قرارداد کی میں حمایت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اصغر نند صاحب!

میر محمد اصغر نند (وزیر سماجی بہبود): شکریہ جناب سپیکر صاحب!

جناب سپیکر: جعفر جارج صاحب! آپ اس کے بعد بولیں گے اپنی سیٹ پر جب آئیں گے نا۔

مسٹر جعفر جارج: نہیں۔

جناب سپیکر: آپ نہیں بولیں گے؟ نہیں۔ اچھا ٹھیک ہے اصغر نند صاحب پھر محترمہ نسرين صاحبہ۔

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! کسی بھی مرکزی ادارہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنا یا اُس کی بحالت کا یہ جو فرم ہے، ہماری بلوچستان اسمبلی، تو ہمیں ڈر ہے کہ جیسے 4 تاریخ کو مولانا واسع صاحب نے ایک تجویز دی تھی اُس کا کل جو انکے ساتھ سلوک کیا گیا، تو ہمیں یہی ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ پی آئی اے والے بھی ہمارے ساتھ یہی سلوک کریں۔

ٹھیک ہے ناں۔ کہ پھر وہی جہاز کا مسئلہ ہو گا۔ کیونکہ ہم بلوجستانی ہیں بلوجستان کے نمائندے ہیں۔ جہاں تک بلوجستانیوں کے ساتھ پی آئی اے کا سلوک ہے۔ جیسے دوستوں نے بتایا کہ کوئی سے کراچی کا فاصلہ اور کوئی سے اسلام آباد کا فاصلہ اور کرایوں کا ratio。 تو میں سمجھتا ہوں جو پی آئی اے کا یا جو مرکزی جتنے بھی ادارے ہیں جنکا جتنا بھی خسارہ ہے جتنا بھی نقصان ہے وہ صرف بلوجستان سے پورا کرتے ہیں۔ میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ آپ صرف لاہور پی سی ہوٹل کا ریکارڈ چیک کریں۔ اور جتنے بھی ہمارے دوسرے بڑے ہوٹلز ہیں، لاہور اور کراچی میں وہاں پی آئی اے والے قیام کرتے ہیں چیزیں میں سے لے کر عام اسٹاف تک میں خود گواہ ہوں لاہور پی سی ہوٹل میں کتنے پی آئی اے والے قیام کرتے ہیں اور اس ہوٹل میں ان کا کتنا خرچ ہوگا؟ ججاءے وہ پی سی ہوٹل میں کسی عام درمیانہ درجہ ہوٹل میں رہائش کریں وہیں سے جو مالی بچت ہو گی اس کو بلوجستان کے لئے اگر ہماری یہ کمی پوری کریں میرے خیال میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ چونکہ ان کو پتہ ہے کہ بلوجستان کے نمائندوں کا اور بلوجستان میں بننے والی اقوام کا قصور ہے۔ جناب سپیکر! پسندی، اور ماڑہ، جیونی، خضدار اور ژوپ ہمارے یہ ایئر پورٹ آج بھی بند ہیں۔ کیونکہ وہ بڑے وہاں خرچ کرتے ہیں۔ یہاں ہماری ضرورت کی چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں تو اس حوالے سے وہاں جب پی آئی اے کا چیزیں میں ہو گا بڑا آفیسر ہو گا اس کی تغواہ زیادہ ہو گی اس کے پی سی ہوٹل میں قیام کا خرچ زیادہ ہو گا۔ جیسے خضدار ایئر پورٹ بند ہے اُس کے بعد پسندی ایئر پورٹ بند ہو جاتا ہے اس کے بعد پتا نہیں شاید پنجکور کا بھی بند ہو گا۔ تو جتنے بھی خسارے ہیں وہ بلوجستان سے پورا کرتے ہیں۔ اور دوسرا ان کے ملازمین کے حوالے سے جناب سپیکر! عام معلومات ہیں۔ صرف آپ دیکھیں ریکارڈ پر ہے کہ بلوجستان میں تین سو پچاس سے زیادہ پی آئی اے کے ملازمین غیر بلوجستانی ہیں۔ آپ جی ایم کے آفس سے یا اسلام آباد سے معلوم کریں تین سو پچاس سے زیادہ وہ on the record ہیں وہ غیر بلوجستانی ہیں ٹھیک ہے ناں۔ اور جہاں تک پی آئی اے کا جیسے دوستوں نے بتایا کہانے کا یا انتظام کا۔

11 رکھنا پیش کیا گیا۔-----

جناب سپیکر: ارکین اگر اسمبلی کے تقدس کا خیال رکھیں اور معزز وزیر کو سینی تومہر بانی ہو گی۔

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! وہاں جتنے بھی کھانے اور چیزیں پیش کی گئیں ان میں دس پندرہ بندوں نے اپنے کھانے والیں کر دیئے سارے پرانے تھے۔ میں نے ان سے مذاقاً کہا کہ آپ لوگ mind نہیں کریں یہ بلوجستان کے لئے ہیں۔ اگر یہ لاہور یا اسلام آباد کے ہوتے تو یہ نہیں ہوتا۔ تو جناب سپیکر! ججاءے اسکے کہ بلوجستان کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے ہم ریلوے، پی آئی اے، کشم جتنے بھی مرکزی ادارے ہیں اپنے طریقے

سے اگر ہم اپنا حق نمائندگی ادا کریں اور انکو بلا لیں کہ ہم بلوچستان کے جتنے بھی بننے والے ہیں وہ پاکستان کا حصہ ہیں۔ پاکستان کی بہتری کے لئے ان کی جو کمزوریاں ہیں وہ نکالیں۔ اور جتنی بڑی بڑی اُنکی شاہ خرچیاں ہیں اُن کو تھوڑا کم کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پھر نہ لٹکٹ کا مسئلہ ہو گا نہ ریٹ کا نہ ہمارے جو بند ایز پورٹس ہیں اُن کے open کرنے کا۔ صرف آپ ان کی لست منگوالیں کہ high level سے نیچے تک کہ ہر ملازم پر لتنا خرچ آرہا ہے۔ یہی چیزوں پر اگر ہم بحث کریں یا انکے کسی بڑے ذمہ دار آفیسر کو اگر ہم نواب صاحب کے توسط سے اسمبلی کے توسط سے بلا لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ مسئلہ کا حل بالکل ہے اور بہتر طریقے سے حل ہو گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی محترمہ نسرين کھیتراں صاحب!

محترمہ نسرين رحمن کھیتراں (صوبائی وزیر): شکریہ جناب سپیکر! جس طرح پورے الیوان کی رائے سے یہ قرارداد پیش کی گئی ہے، یہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اس سے پہلے بھی پی آئی اے اور ریلوے کے حوالے سے ہم نے ایک قرارداد پاس کی تھی۔ اور اسیں ایک ڈیماڈ کی گئی تھی کہ کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کی جب قرارداد آتی ہے یا تو فلور پر کوئی discussion ہوتی ہے تو اس کا جو بھی concerning officer چیز میں یا ڈائریکٹر اس کو یہاں present ہونا چاہیے۔ کیونکہ قرارداد یہاں شروع ہوتی ہے یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ آپ بلکہ اُسے اگر briefing دیتے ہیں یا اُسے notify کرواتے ہیں لیکن ہمارے عوام کے لوگوں کی رائے اور اُن کی باتیں وہاں تک نہیں پہنچتیں۔ unless کہ وہ یہاں پر میٹھیں اور خود سُنیں کہ عوام کی آواز کس طریقے سے اُن تک پہنچی ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمارے جس طریقے سے یہ ذمہ دار آفیسر زہیں اُن کو کارروائی ضرور دیکھنی چاہیے۔ مانا کہ پی آئی اے پاکستان بننے سے پہلے اُس کو پی آئی اے کا نام دے دیا گیا ہے۔ قائد اعظم نے یہ نام دے کر اس پر احسان کیا۔ لیکن اُس کا خسارہ یا اُس کا نتیجہ بلوچستان سے یاد دوسرے علاقوں کے لوگوں سے زیادہ کرایلیکر پورانہ کرے۔ دوسرا یہ کہ ہماری پی آئی اے کی کارکردگی ختم ہو گئی ہے اُس کی سروں ختم ہو گئی ہے، پہلے جو اُس کا ایک معیار تھا وہ بالکل zero ہو گیا ہے۔ جیسے ابھی اصغر صاحب اور دوسرے بھائیوں نے بہت ساری باتیں کی ہیں جو حقیقت تھی اس سے آپ کو آگاہ کیا ہے۔ لیکن اس میں ہم صرف قرارداد میں پاس کریں۔ اُس پر بحث کریں اور اگر نتیجہ نہ نکلے تو میرا خیال ہے کہ اس قرارداد کا پھر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ نہ کہ صرف یہ قرارداد سوئی گیس کے حوالے سے ہم نے قرارداد پاس کی ہے، ریلوے کے حوالے سے پاس کی۔ جب ہمارے لوگوں کی اُس میں نمائندگی نہیں ہو گی تو پھر ہم اس طریقے سے مار کھائیں گے۔ تو میری آپ سے یہ کہم از کم provincial level پر پی آئی اے میں لوگوں کی شمولیت request ہے۔

لازمی قرار دی جائے۔ Thank you very much.

جناب سپیکر: تھینک یو۔ اچھا جی وزیر خزانہ! آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟

میر محمد عاصم کرد گیلو (وزیر خزانہ): جناب سپیکر صاحب! آپ کی بہت بہت مہربانی۔ سب سے پہلے تو سپیکر صاحب! مجھے چیف منسٹرنواب صاحب نے حکم دیا تھا کہ کچھ وکلاء حضرات گیٹ کے باہر دھرنا دے رہے ہیں۔ افتخار نامی ایک وکیل اغوا ہوا ہے اور انہوں نے کہا کہ آپ کے کسی ممبر نے بھی اسکی مذمت نہیں کی ہے۔ میں نے کہا اس سے پہلے بھی ہم نے مذمت کی ہے اور اب فلور پر بھی ہم اپنے تمام ساتھیوں کے توسط سے جو kidnap ہوا ہے افتخار اسکی مذمت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حکومت نے اس کا سنجیدگی سے نوٹس نہیں لیا ہے۔ تو اسیں سپیکر صاحب! نواب صاحب کو جب اس واقعہ کا پتا چلا تو شام چار بجے انہوں نے آئی جی اور ڈی آئی جی پولیس کو بلا کے اُن کو instructions کے اس وکیل کو فوری طور پر بازیاب کرایا جائے۔ ابھی میں نے اُنکو یہ یقین دہانی بھی کرائی میں نے کہا کہ اگر آپ لوگ نہیں مانتے ہیں تو آپ آئیں ہم آئی جی، ڈی آئی جی، ہوم سیکرٹری اور چیف سیکرٹری سے آپ کی میٹنگ بھی کرادیتے ہیں۔ بہر حال ہم سب اسکی مذمت کرتے ہیں جس کسی نے بھی اسکو kidnap کیا ہے۔ دوسری بات جو مشترکہ قرارداد نمبر 51 ہے جس طرح دوسرے ساتھیوں نے اسکی حمایت کی ہے میں بھی اسکی حمایت کرتا ہوں میرے خیال میں تمام دوستوں نے اس پر کافی بحث کی ہے ضرورت نہیں ہے میں اسکی حمایت کرتا ہوں۔ تھینک یو سپیکر صاحب!

جناب سپیکر: اچھا اب معزز اکین اور وزراء سے یہ گزارش ہے کہ۔۔۔ شاہ صاحب! آپ بات کریں گے؟

اچھا آپ بات کریں۔ سید احسان شاہ!

سید احسان شاہ (وزیر صنعت و حرف): محترم جناب سپیکر صاحب! بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے اس متفقہ قرارداد پر کچھ عرض کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب والا! جس طرح جعفر خان مندوخیل نے کہا کہ یہ متفقہ قرارداد ہے میں بھی اس سے متفق ہوں کہ اسمبلی کے اندر بیٹھے ہوئے کسی بھی شخص کو اس پر اعتراض نہیں ہے یا اس کے خلاف نہیں ہے۔ جناب والا! دوستوں نے بہت زیادہ باتیں کی ہیں۔ میں صرف چند گزارشات کرنا چاہوں گا۔ وہ یہ کہ جناب والا! جس دنیا میں آج ہم رہ رہے ہیں یہ جناب! کیمپنیشن اور انفارمیشن کی دنیا ہے۔ اور اس وقت دنیا میں جو تیز ترین آمد و رفت کا ذریعہ وہ ہوائی جہاز ہے۔ اب جناب والا! ہوائی جہاز کے حوالے سے کرایے اتنے زیادہ ہوں کہ ایک عام سفید پوش، میں غریب آدمی کی بات ہی نہیں کرتا۔ اگر سفید پوش کے بس سے بھی باہر ہو تو جناب والا! اُس ذرائع آمد و رفت کا کوئی فائدہ نہیں ہے جس سے لوگ فائدہ نہ

اُٹھا سکیں۔ جناب والا! کوئی شہر سے دو جگہوں کے لئے خاص طور سے اسلام آباد اور کراچی کیلئے جو فلائلش چلتی ہیں۔ جناب والا! وہاں لوگ کسی سیر و تفریح کیلئے نہیں جاتے۔ وہاں لوگ اپنی عیاشی کیلئے نہیں جاتے بلکہ یہ دونوں شہر ہمارے آنے جانے کیلئے بنیادی ضرورتیں ہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے جناب والا! اسلام آباد ملک کا دارالخلافہ ہے اور لامحالہ صوبے کے دارالخلافہ سے وہاں کی کمونیکیشن اور لوگوں کا آنا جانا ایک لازمی امر ہے۔ اسی طرح سے جناب والا! اگر اسلام آباد ملک کا دارالخلافہ ہے تو ہم اس بات کو کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ کراچی ملک کا اکنا مک دارالخلافہ ہے، کراچی بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا اسلام آباد۔ لہذا جناب والا! کراچی کا جو کرایہ ہے اور جتنے اخراجات کراچی والے سیکٹر ہیں میں سمجھتا ہوں وہ زیادہ ہیں اور لوگ وہاں کا رو بار کرنے کے لئے جاتے ہیں کوئی ہسپتال جاتا ہے کوئی کسی چیز کیلئے جاتا ہے۔ لیکن غرض وہاں پر عیاشی کیلئے کوئی نہیں جاتا، سیر سپاٹ کیلئے کوئی نہیں جاتا۔ جناب والا! اس بات کا ہمیں بخوبی اندازہ ہے کہ پی آئی اے پاکستان کا جو نیشنل کیر پر ہے وہ 140 ارب روپے کا مقروظ ہے۔ لیکن جناب والا! کیا یہ 140 ارب روپے کا مقروظ ادارہ وہ بلوچستان کی وجہ سے ہے؟ نہیں جناب والا! پاکستان کی تاریخ ہے کہ پی آئی اے کی اپنی بدنظمی کی وجہ سے جتنی corruption اس میں ہوتی رہی، جتنی بھرتیاں سیاسی بنیادوں پر اس میں ہوتی رہیں اس کے نام پر جتنی عیاشیاں کی گئیں، اس وجہ سے جناب والا! یہ 140 ارب روپے کا مقروظ ہے نہ کہ بلوچستان کے ایک دو سیکٹر کی وجہ سے۔ جناب والا! میری یہی گزارش ہے کہ پی آئی اے کو خاص طور پر بلوچستان کے کرایوں میں رعایت دینی چاہیئے۔ اب جو متفقہ قرارداد پیش ہوئی ہے میں اس میں ایک گزارش کرنا چاہونگا کہ جہاں کراچی اور اسلام آباد کی بات ہے وہاں ہمارے ملک کے اندر ATR کی سروں بھی ہے، جو اندر ورنہ سنندھ اور اندر ورنہ بلوچستان سے اُس کا تعلق ہے۔ تو ATR کے کرایے میں بھی کمی کی جائے۔ اب جناب! تربت سے کراچی سات آٹھ ہزار روپے کے قریب کرایہ ہے۔ جناب! کوئی ساری بھی آدمی آٹھ ہزار روپے کے کرایدے کر جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: ون وے؟

وزیر صنعت و حرف: جی ہاں ون وے۔ تو جناب والا! میری یہی گزارش ہو گی کہ اس قرارداد میں یہ بھی شامل کیا جائے۔ اور جناب والا! اس کے علاوہ دیکھیں میں آپ کو پی آئی اے کی بدنظمی کا ایک خاکہ پیش کروں۔ ابھی میرے سنبھلے میں آیا ہے کہ اس کا کل رقبہ جناب! ہمارے صوبہ سنندھ کے رقبے کے لگ بھگ ہے۔ اُس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اب وہاں پی آئی اے کے دو جی ایک بیٹھیں گے کیوں؟ اپنے لوگوں کو کھپانے کیلئے۔ وہ ملک جہاں ہر چیز، ذرائع آمد و رفت جہاں پر ٹرینیں جہاں ہر چیز کی سہولت موجود ہے اور اُس ملک کا

رقہ آپ دیکھ لیں کتنا ہے۔ اور اس میں بھی دوجی ایم بٹھانے کی کیا تک ہے؟ لہذا وہ اپنے بندوں کو adjust کرنے کیلئے وہاں بھی دو جز انجیروں کی پوستیں create کی ہیں۔ اس کے علاوہ جتاب والا! جو پرائیویٹ ایر لائنز کی بات ہو رہی ہے سول ایوی ایشن جس کمپنی کو پرائیویٹ ایر لائنز operate کرنے کی اجازت دیتی ہے اس کے ساتھ شرط لگی ہوتی ہے کہ بھئی اگر آپ منافع والے روت پر سو گھنٹے travel کریں گے تو آپ کو میں گھنٹے وہ روت جس پر loss ہو رہا ہے دینے ہوتے ہیں۔ تو جتاب والا! یہ تو سول ایوی ایشن کا اپنا قانون ہے۔ اگر اسلام آباد کے کیلئے ائیر بیلوو کے سو گھنٹے ہیں تو وہ علاقے وہ روت جہاں نقصان ہے وہاں کیلئے بھی فلاںگ کے میں گھنٹے ہیں۔ لیکن اس پر عملدرآمد ہوتا ہی نہیں۔ جتاب! کوئی ایک پرائیویٹ ایر لائنز مجھے دکھائیں جس نے خسارے والے روتوں پر جہاز استعمال کیا ہو یا وہاں پر آیا ہو۔ تو جتاب والا! میں اس کی بھر پور حمایت کرتا ہوں اور میں تمام صاحبان سے محکمین سے گزارش کرتا ہوں کہ اس میں ATR کے کرایے کی کی کا بھی مطالیہ شامل کیا جائے۔ شکریہ جتاب!

جباب پسیکر: اور کوئی صاحب اس پر بات کریں گے؟ اچھا سوال یہ ہے کہ قرارداد نمبر 51 سید احسان شاہ صاحب کی تجویز کے ساتھ، ترمیم شدہ منظور کی جائے؟ قرارداد نمبر 51 سید احسان شاہ کی پیش کردہ تجویز کے ساتھ منظور ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی سیکرٹری اسمبلی اس قرارداد کی کاپی اور وہ تمام قرارداد یں جو گزشتہ سات سالوں میں بلوچستان اسمبلی سے پی آئی اے سے متعلق پاس ہوئی ہیں ان کی کاپی پی آئی اے کے M.D اور منسٹری آف ڈیفس کو آج ہی پہچیں گے۔ اور 29 مارچ کو گیارہ بجے پی آئی اے کے ہیڈ آفس کا کوئی سینٹر میجنٹ اور منسٹری آف ڈیفس کے جو Civil Aviation Wing deal کرتے ہیں سینٹر افسران کو 29 تاریخ صحیح ہے اگر ہم ان کو کوئی بلائیں میلنگ کریں تاکہ آپ سب موجود رہیں تو بہتر ہو گایا جو آپ date بتائیں؟ 29 مارچ بروز پیکر کو سول ایوی ایشن، منسٹری آف ڈیفس کے اور پی آئی اے کے سینٹر میجنٹ کو ایک Letter لکھیں کہ جی سیکرٹری چیئر میں آ کے اراکین اسمبلی کو بریفنگ دیں اور جو بھی یہاں تجاویز آئی ہیں، وہ ہم ان کے سامنے رکھیں گے۔ اور آج ہی اس کو ensure کریں۔ اور گیارہ بجے۔ اور چونکہ اسمبلی کی کارروائی کی اہمیت ہے اور ظاہر ہے ہم جو کچھ یہاں بات کرتے ہیں عوام کے مفاد میں کرتے ہیں اور عوام تک ہماری بات کو پہنچانے کا جو ذریعہ ہے وہ پر لیں ہے، الیکٹر انک میڈیا ہے، جس کی آج کے ذریعہ میں بہت اہمیت ہے۔ میں اپنے پر لیں کے دوستوں سے گزارش کروں گا کہ وہ اس چیز کو اگر مہربانی کر کے highlight کریں بلوچستان کے عوام کے مفاد میں تاکہ موثر انداز میں جو اراکین اسمبلی نے تجاویز دی ہیں، 29 مارچ کو پی آئی اے اور

سول ایوی ایشن کے اعلیٰ افسران کے ساتھ بیٹھ کے اس مسئلہ کو حل کریں۔

اب اسمبلی کا اجلاس مورخہ 25 مارچ 2010ء بروز جمعرات بوقت 11:00 بجے تک کیلئے
ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس ایک بجکر دس منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

